بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۱۴ — شمارہ ۱

ماہنامہ

خالد
ربوہ

نومبر ۱۹۶۷ء

(ایڈیٹر)
محمد شفیق قیصر

سالانہ چندہ:- چھ روپے ۞ فی پرچہ:- پچاس پیسے

محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا۔

کی طرف توجہ نہ کی تو ایک پُرہیبت اور ہولناک تباہی اُن کی تاک میں ہے۔ پہلی دو عالمگیر جنگوں نے تباہی کے جو نقشے پیش کئے ہیں وہ اس آنے والی تباہی کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اس تباہی کے بعد انسانی ذہن اور دل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھرپور توجہ کریں گے اور اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب اور تحریکات دم توڑ دیں گی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس انذار کا ردِ عمل سب یورپ میں شروع ہو چکا ہے اور ایسا ہونا ازل سے مقدر تھا۔ اب اہلِ مغرب اسلام کی طرف توجہ کریں گے کیونکہ اسلام بذاتِ خود اپنے اندر ایک مقناطیسی قوت رکھتا ہے اور بے پناہ قوتِ عمل کا حامل ہے۔

اب جبکہ مغربی اقوام مادیت میں غرق ہیں جب ان کے مادی تصورِ حیات میں تبدیلی پیدا ہوگی، اور جس کے آثار نمایاں طور پر نظر آنے لگے ہیں، تو ان حالات میں مغربی اقوام روحانیت کی تلاش کے لئے عیسائیت کا رُخ نہیں کریں گی کیونکہ اس کا انہیں پہلے ہی سے تجربہ ہو چکا ہے اور ان کے دل یہ یقین کر چکے ہیں کہ عیسائیت ایک بے ثمر شجر ہے۔ آخر کار اُن کی نظریں اسلام ہی کی طرف اُٹھیں گی، کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول اور احکام اگر اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں اور انسان ان پر پوری مستعدی کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں اسے اطمینانِ قلب کی دولت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ یہی وہ وقت ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد تطلع الشمس من مغربھا میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت وکفر میں ہیں آفتابِ صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا.... جب ممالک مغربی کے لوگ فوج در فوج دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں گے تب ایک انقلابِ عظیم ادیان میں پیدا ہوگا۔ اور جب یہ آفتاب پورے طور پر مغربی ممالک میں طلوع کرے گا تو وہ لوگ اسلام سے محروم رہ جائیں گے جن پر توبہ کا دروازہ بند ہے یعنی جن کی فطرتیں بالکل مناسب حال اسلام کے واقع نہیں۔"

(ازالہ اوہام ص ۲۱۴)

پس ان حالات میں خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے اور ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام اور اس کی خوبیوں کو علومِ جدیدہ کی روشنی میں پیش کریں اور دُنیا کو ان کی صداقت کا قائل کرائیں۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

اے احمدی نوجوانو! وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنی جانی اور مالی قربانیوں کو پیش کرو۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے ہر وقت کمربستہ رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ الموفق والمستعان *

انعامی مقابلہ

بہترین مضمون لکھنے والے کو پچاس روپیہ انعام!

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع کے موقعہ پر محترم نائب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو خادم دو ماہ کے اندر سالانہ اجتماع ۱۹۶۷ء کے موضوع پر بہترین مضمون لکھ کر بھیجیں گے ان کو پچاس روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مضمون بھجوانے کی آخری تاریخ یکم جنوری ۱۹۶۸ء ہے۔ تمام مضامین اس تاریخ تک مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔

مہتمم اشاعت

خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

معارف القرآن

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا
وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝ (الفرقان : ۴۸)

ترجمہ :- اور وہی (خدا) ہے جس نے رات کو تمہارے لیئے لباس بنایا اور نیند کو آرام کا موجب اور دن کو پھیلنے اور ترقی کا ذریعہ۔

تشریح :- اس آیت میں یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے کہ رات اور دن کا تسلسل اور انسانی نیند بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ایک ظہور ہیں۔ رات انسان کے لئے لباس کا کام دیتی ہے اور اس کے بہت سے عیوب کو تاریکی کے پردہ میں ڈھانپ لیتی ہے۔ نیند، انسانی راحت اور آرام کا موجب بنتی ہے۔ اس کے ذریعہ جسم نئے سرے سے طاقتیں حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ ہر صبح تازہ دم ہو کر اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ اگر نیند نہ آئے تو اکثر انسان چند دنوں میں پاگل ہو جائیں۔ دن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ادھر ادھر پھیلانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی روشنی میں چاروں طرف دوڑتے پھرتے ہیں اور اپنی معیشت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

یہی رات اور دن کا تسلسل ہمیں قومی زندگی میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ کبھی قوموں پر "لیل" کا زمانہ آتا ہے اور کبھی "نہار" کا۔ زمانہ لیل میں ان کے عیوب مخفی رہتے ہیں لیکن جب خدا تعالےٰ کا کوئی مامور اور مصلح کھڑا ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ ایک نیا دن چڑھتا ہے تو صرف دوسرے لوگوں کو ہی ان کے عیوب نظر نہیں آتے بلکہ خود انہیں بھی اپنی خامیاں محسوس ہونے لگتی ہیں اور ان کے اندر اصلاح کا ایک نیا جذبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ بھی ترقی کر جاتے ہیں ٭

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بہشت کی کُنجی

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے بہشت میں داخل کردے اور جہنم کی آگ سے دُور کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تُو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور نماز قائم کر۔ زکوٰۃ دے اور برادری کے لوگوں سے مل جُل کر رہ۔

(بخاری و مسلم)

فاصلہ کی اہمیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے دو ہمسائے ہیں ہدیہ بھیجنے میں ان میں سے کس کو ترجیح دوں۔ فرمایا اُسے جس کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (بخاری)

مُجاہر نہ بنو

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام اُمت کو معاف کیا جائیگا مگر مجاہر کو نہیں۔ مجاہر وہ ہے کہ رات کو ایک عیب کی بات کرتا ہے پھر صبح ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے مگر وہ خود کہتا پھرتا ہے اے فلانے! رات کو میں نے یُوں کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے خدا کا ڈالا ہُوا پردہ چاک کردیا۔ (بخاری و مسلم)

ظالم کو ظلم سے روکو

حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بنی اسرائیل میں پہلے پہل یہ نقص داخل ہُوا کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے کو ملتا اور کہتا کہ اے فلانے اللہ سے ڈر اور فلاں کام جو تُو کرتا ہے چھوڑ دے کیونکہ یہ تیرے لئے حلال نہیں۔ پھر دوسرے دن جب اُسے ملتا اور اس کو اسی حالت میں دیکھتا تو منع نہ کرتا بلکہ کھانے پینے، بیٹھنے میں اسکے ساتھ شامل رہتا جب انہوں نے یُوں کرنا شروع کیا تو خدا تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے۔" پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی "لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ ...... الخ" اور فرمایا "اللہ کی قسم ہے کہ تم نیکی کا حکم کرو اور بدی سے روکو۔ اور ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اس کو حق کی طرف توجہ دلاؤ۔ ورنہ یہ امر تمہارے دلوں کو قساوت میں ایک جیسے کردے گا اور اللہ تم پر لعنت ڈالے گا۔"

(ابوداؤد)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو،

خدا شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اسکے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید و مولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جان ہو گئے تھے۔ تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی؟ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اس پر قدم مارو اور پھر اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لوگے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جس کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چُنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو جائے حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔"

(رازِ حقیقت صفحہ ۳ تا ۵)

انگلستان یورپ اور دنیا کی دیگر اقوام کے نام امن کا پیغام

اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈے سایہ تلے جمع ہو جاؤ

تاکہ

تم ایک نہایت ہی عظیم تباہی سے بچ سکو

لنڈن کے وانڈزورتھ ہال میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو مضمون پڑھا تھا اس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ خدام بھائیوں سے درخواست ہے کہ اس مضمون کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

(ایڈیٹر)

تشہد۔ تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

دوست جانتے ہیں کہ سفر یورپ پر جب میں گیا تھا تو لنڈن میں وانڈزورتھ ہال میں میں نے انگریزی میں ایک مضمون پڑھا تھا جس میں انگلستان اور یورپ کے رہنے والوں بلکہ ساری دنیا کی اقوام کو مخاطب کر کے انہیں اس طرف دعوت دی تھی کہ اگر وہ اپنے رب، اپنے خالق کی طرف رجوع نہیں کرینگے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈے سایہ تلے جمع نہ ہونگے تو ایک نہایت ہی عظیم تباہی ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگی۔

میرا یہ مضمون تبلیغ کے لحاظ سے بڑا ہی مفید ثابت ہو رہا ہے جو محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان ہے۔ جب ہمارے گورنر جنرل گیمبیا نے یہ مضمون ریویو آف ریلیجنز میں پڑھا تو انہوں نے مزید کاپیوں کی خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی یہ مضمون پڑھانا چاہتے ہیں۔ کل ہی امام کمال یوسف کا ڈنمارک سے خط آیا ہے کہ افسوس ہے کہ ابھی تک اس مضمون کا ترجمہ ڈینش زبان میں نہیں ہو سکا۔ لیکن ہر اس شخص نے جس کو ہم نے یہ مضمون پڑھایا ہے احمدی تھے یا غیر احمدی یا زیر تبلیغ عیسائی۔ ہر ایک نے یہ مضمون پڑھنے کے بعد اس بات پر زور دیا ہے کہ اس مضمون کا جلد ترجمہ ہونا چاہیئے۔ ڈینش زبان میں اور وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔

میرے اس پیغام کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پر بھی جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے اسلام کے خدا کی حقیقی شناخت کی، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانوں کی معرفت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو پہچاننے کی۔ اس پر بھی اس دعوت کے نتیجہ میں ذمہ داریاں پہلے سے بڑھ گئی ہیں۔ کیونکہ جب ہم ان اقوام کو جو دنیوی علوم میں بہت بلندیاں حاصل کر چکی ہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور انہیں جھنجوڑتے ہیں اور انہیں یہ بتاتے ہیں کہ اسلام لے آؤ۔ اسلام کے اللہ کی شناخت کرو۔ اسکی طرف رجوع کرو اس کی محبت اپنے دل میں پیدا کرو تو اگر وہ ہماری بات مان لیں اور کہیں کہ اچھا ہم اسلام کو سمجھنے کیلئے تیار ہیں آؤ اور ہمیں سمجھاؤ تو اس وقت ہمارے پاس اتنے آدمی مرد و عورت جوان بوڑھے ہونے چاہئیں کہ اس مطالبہ کو پورا کر سکیں۔

اب جب ہم نے جھنجوڑ کے ان اقوام کو اسلام کی طرف بلایا ہے یہ ذمہ داری ہم پر اور بھی بڑھ گئی۔ تو ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے آج میں وہی مضمون اردو میں اپنے دوستوں کو یہاں سُنانا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ پر اثر یہ ہے کہ بہت سے لکھے پڑھے احمدی بھی

باقاعدگی کے ساتھ ہماری جماعت کے رسالوں اور اخبارات کو نہیں پڑھتے۔ جب تک جماعت کے ہر فرد کو یہ علم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کس قدر احسان اور کس رنگ میں جماعت پر ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر دل میں پیدا نہیں ہو سکتا اور جب تک جماعت کے ہر فرد کو یہ پتہ نہ ہو کہ جماعت اللہ تعالیٰ کس طرف لے جا رہا ہے اور جماعت سے کیا کام لینا چاہتا ہے اس وقت تک اس کام کی ادائیگی کی ذمہ داری کا احساس ان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے یہ احساس پیدا کرنے کیلئے اور یہ بتانے کیلئے کہ میں نے کس رنگ میں اور کن الفاظ میں ان اقوام کو مخاطب کیا ہے اس مضمون کو آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس کے مخاطب جیسا کہ میں نے کہا ہے وہ اقوام ہیں جو دہریہ ہیں یا عیسائی ہیں یا ... ہیں۔ میں نے ان اقوام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں مخاطب کیا تھا:۔

امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"احمدیہ جماعت کے امام کی حیثیت میں مجھے ایک روحانی مقام پر فائز ہونے کی عزت حاصل ہے۔ اس حیثیت میں مجھ پر بعض ایسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کو میں آخری سانس تک نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میری ان تمام ذمہ داریوں کا دائرہ تمام بنی نوع انسان تک وسیع ہے اور اس عقد اخوت کے اعتبار سے مجھے ہر انسان سے پیار ہے۔

احباب کرام! انسانیت اس وقت ایک خطرناک تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اس سلسلہ میں میں آپ کے لئے اور اپنے تمام بھائیوں کے لئے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ موقعہ کی مناسبت کے پیش نظر میں اسے مختصراً بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرا یہ پیغام امن صلح اور انسانیت کے لئے امید کا پیغام ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ پورے غور کے ساتھ میری ان مختصر باتوں کو سنیں گے اور پھر ایک غیر متعصب دل اور روشن دماغ کے ساتھ ان پر غور کریں گے۔

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۸۳۵ء انسانی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم سال تھا۔ کیونکہ اس سال شمالی ہند کے ایک غیر معروف گاؤں قادیان کے ایک ایسے گھرانہ میں جو ایک وقت تک اس علاقہ کا شاہی گھرانہ رہنے کے باوجود شاہزادگی کی سب شان و شوکت کو بیٹھا تھا۔ ایک ایسے بچے کی پیدائش ہوئی جس کے لئے مقدر تھا کہ وہ نہ صرف روحانی دنیا میں بلکہ مادی دنیا میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کرے اس بچے کا نام اس کے والدین نے مرزا غلام احمد رکھا۔ اور بعد میں وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے اور مسیح اور مہدی کے خدائی القاب سے مشہور ہوا۔ علیہ السلام۔ مگر قبل اس کے کہ میں اس روحانی اور مادی انقلاب عظیم پر روشنی ڈالوں۔ میں آپ کی سوانح حیات نہایت مختصر الفاظ میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

تاریخی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء میں ہوئی۔ اور جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے وہ زمانہ نہایت جہالت کا زمانہ تھا۔ اور لوگوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ تھی یہاں تک کہ اگر کسی کے نام کوئی خط آتا تو اسے پڑھوانے کے لئے اُسے بہت محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑتی۔ اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا کہ ایک لمبا عرصہ خط پڑھنے والا کوئی نہ ملتا۔

جہالت کے اس زمانہ میں آپ کے والد نے بعض معمولی پڑھے لکھے اساتذہ آپ کی تعلیم پر مقرر کئے۔ جنہوں نے آپ کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ مگر وہ اس قابل نہ تھے کہ معارف قرآنی اور اسرار روحانی کی ابتدائی تعلیم بھی آپ کو دے سکتے۔ اسکے علاوہ ان اساتذہ نے عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم آپ کو دی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ کو عربی اور فارسی پڑھنی آگئی۔ اس سے زیادہ آپ نے اساتذہ سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔ سوائے طب کی بعض کتب کے جو آپ نے اپنے والد سے پڑھیں جو اس زمانہ میں ایک مشہور طبیب تھے۔

یہ تھی وہ کل تعلیم جو آپ نے درسی طور پر حاصل کی۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپ اپنے والد صاحب کے کتب خانہ کے مطالعہ میں بہت مشغول رہتے تھے۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں علم کی خاص قدر نہ تھی۔ اور آپ کے والد کی خواہش تھی کہ

وہ دنیوی کاموں میں اپنے والد کا ہاتھ بٹائیں اور روپیہ کمانے اور دنیا میں عزت کے ساتھ رہنے کا ڈھنگ سیکھیں اسلئے آپ کے والد آپکو کتب کے مطالعہ سے ہمیشہ روکتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے تمہاری صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔

ظاہر ہے کہ اس قدر معمولی تعلیم کا مالک وہ عظیم کام ہرگز نہیں کر سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ آپ سے لینا چاہتا تھا اسلئے خدا خود آپ کا معلم اور استاد بنا۔ اور خود اس نے آپ کو معارف قرآنی اور اسرار روحانی اور دنیوی علوم کے بنیادی اصول سکھائے اور اس کے ذہن کو اپنے نور سے منور کیا۔ اور اسے قلم کی بادشاہت اور بیان کا حسن اور شیرینی عطا کی۔ اور اس کے ہاتھ سے بیسیوں بے مثل کتب لکھوائیں اور بیسیوں شیریں تقاریر کروائیں۔ جو علم اور معرفت کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں :-

سنہ ۱۸۳۵ء کا سال اس قدر اہم اور اس سال پیدا ہونے والا بچہ اس قدر عظیم تھا کہ پہلے نوشتوں میں اس کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی اس ضمن میں میں صرف ایک پیشگوئی بتانا چاہتا ہوں اور وہ پیشگوئی حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے جو آپ نے اس مولود کے متعلق قریباً تیرہ صد سال قبل دی تھی اور وہ یہ ہے۔ آپ نے فرمایا :-

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

(دارقطنی جلد اول ص۱۸۸ مؤلفہ حضرت علی بن عمر بن احمد الدارقطنی۔ مطبوعہ مطبع انصاری)

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت مسلمہ میں بہت سے جھوٹے دعویدار کھڑے ہونگے جو یہ دعویٰ کرینگے۔ کہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مہدی ہیں حالانکہ وہ مہدی نہ ہونگے۔ مہدویت کا سچا دعویدار وہ ہوگا جس کی صداقت کے ثبوت کے لئے آسمان دو نشان ظاہر کرے گا۔ یعنی چاند اور سورج اس کی سچائی پر گواہ ٹھہرینگے۔ اس طرح کہ رمضان کے مہینے میں چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات یعنی ۱۳ ماہ رمضان کو چاند گرہن ہوگا۔ اور اسی رمضان میں سورج گرہن ہونے کے درمیانے دن یعنی ۲۸ رمضان کو سورج گرہن ہوگا۔ مہینوں میں سے ماہ رمضان کی تعیین اور چاند کیلئے پہلی رات کی تعیین اور سورج کے لئے درمیانے دن کی تعیین غیر معمولی تعیین ہے جو انسانی طاقت اور علم اور فہم سے بالا ہے۔

چنانچہ جب وقت آیا تو ایک مدعی نے واقعی ظہور کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں اور اس کے دعویٰ کے ثبوت کے طور پر دونوں نشان یعنی چاند اور سورج گرہن جس طرح کہ پیشگوئی میں بتائے گئے تھے۔ ظہور میں آئے۔ پس یہ ایک غیر معمولی اور معجزانہ پیشگوئی تھی جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہدی کیلئے کی تھی۔ اور جیسا کہ واقعات نے ثابت کیا یہ پیشگوئی اپنے وقوعہ سے قریباً تیرہ صد سال قبل کی گئی تھی۔ پیشگوئی انسانی عقل اور قیافہ اور علم سے بالا ہے۔

پھر یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ وہ عظیم بچہ جو ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر ۱۸۹۱ء میں دنیا میں یہ اعلان کیا۔ کہ وہی موعود مہدی ہے اور اپنے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت کیلئے ہزاروں عقلی اور نقلی دلائل اور آسمانی تائیدات اور اپنی پیشگوئیاں جن میں سے بہت سی اس کے زمانہ میں پوری ہو چکی تھیں۔ اور بہت تھیں جنکے پورا ہونے کا وقت ابھی بعد میں آنیوالا تھا۔ دنیا کے سامنے پیش کیں۔ مگر وقت کے علماء نے اسکے دعویٰ کو جھٹلایا۔ اور انکار کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ مہدی کیلئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کا گرہن بطور علامت کے بیان کیا تھا۔ چونکہ اس پیشگوئی کے مطابق چاند اور سورج کو گرہن نہیں لگا اس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں لیکن وہ قادر و توانا خدا جو اپنے وعدہ کا سچا اور اپنے مخلص عباد کے ساتھ وفا اور پیار کا سلوک کرنے والا ہے اس نے عین اپنے وعدہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق

۱۸۹۴ء کے ماہ رمضان میں معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن کی حالت میں کر دیا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا اور ہر دو جہان کا رب بڑی عظمت اور جلال اور قدرت کا مالک ہے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ یہی نشان رمضان ہی کے مہینہ میں اور انہی معینہ تاریخوں پر ۱۸۹۵ء میں دوسری دنیا کو دکھایا تا مشرق اور مغرب اور پرانی اور نئی دنیا کے بسنے والے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کے گواہ ٹھہریں پس عظیم ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس نے اپنے خدا سے علم پا کر یہ معجزانہ پیشگوئی فرمائی اور عظیم ہے آپ کا روحانی فرزند جس کے حق میں وہ پوری ہوئی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ تک اگرچہ کئی پیدا ہوئے جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر ان میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی مہدویت کی صداقت پر چاند اور سورج گواہ بنے ہوں۔ یہ ایک بات ہی اس امر کیلئے کافی ہے کہ آپ ٹھنڈے دل اور گہرے فکر سے اس مدعی کے دعوے پر غور کریں جس کا پیغام میں آج آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اور جس کی عظمت اور صداقت پر چاند اور سورج بطور گواہ کھڑے ہیں۔

سورج اور چاند کی شہادت تو میں بیان کر چکا۔ اب آیئے زمین کی آواز سنیں وہ کیا کہتی ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے اور آپ کی صداقت کے ثبوت میں زمین پر ایک حیرت انگیز اور محیر العقول مادی اور روحانی انقلاب ہونا مقدر تھا۔

درحقیقت تمام انقلابات اور تمام تاریخی تغیرات اسی ایک انقلاب کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں جو آپ کے دنیا میں مبعوث ہونے کے ساتھ شروع ہوا تھا اور جو آپ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر بطور گواہ کے ہے مزید برآں یہ سب انقلابات اور انسانی تاریخ کے سب اہم موڑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق ہیں۔ چند مثالیں میں پیش کرتا ہوں۔

آپ کے دعویٰ کے وقت مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا لیکن ۱۹۰۱ء میں آپ نے دنیا کو یہ بتایا کہ عنقریب مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے رقیب کی حیثیت میں دنیا کے افق پر ایسی مشرقی طاقتیں ابھرنے والی ہیں جن کی طاقت کا لوہا مغربی طاقتوں کو بھی ماننا پڑیگا۔ چنانچہ جلد ہی اسکے بعد جنگ روس و جاپان میں جاپان نے فتح پائی اور وہ ایک مشرقی طاقت کے طور پر افقِ دنیا پر نمودار ہوا۔

پھر دوسری جنگِ عظیم میں جب جاپان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو چین ایک مشرقی طاقت کی حیثیت میں افقِ دنیا پر اپنی پوری مشرقیت اور طاقت کے ساتھ نمودار ہوا اور انسانی تاریخ میں ان ہر دو طاقتوں کے عروج کے ساتھ ایک نیا موڑ آیا جن کے اثرات انسانی تاریخ میں اتنے وسیع اور اہم ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کر سکتا — اور یہ جو کچھ ہوا الٰہی منشاء اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔

ہمارے زمانے کا دوسرا اہم واقعہ جس سے قریباً ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہوئی ہے زار روس اور شاہی نظام کی کامل تباہی اور بربادی اور کمیونزم کا برسرِ اقتدار آنا ہے۔ روسی انقلاب کا عظیم سانحہ جس نے دنیا کی تاریخ کا رخ ایک خاص سمت موڑ دیا ہے بھی آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق منصۂ ظہور میں آیا۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں زار روس اور شاہی خاندان اور شہنشاہیت کی کامل تباہی اور زبوں حالی کی خبر دی تھی اور یہ حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اسی سال اس پیشگوئی کے چند ماہ بعد ہی وہ سیاسی پارٹی معرضِ وجود میں آئی جو قریباً بارہ تیرہ سال بعد شاہی خاندان اور شاہی نظام حکومت کا باعث بنی اور اسکے بعد کمیونزم پہلے روس میں اور پھر دنیا کے دیگر مقامات میں برسرِ اقتدار آیا۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

زار روس کی تباہی اور کمیونزم کا غلبہ اور اقتدار تاریخ انسانیت کا نہایت دُکھ دہ المیہ اور اہم ترین واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے گو دل میں درد تو پیدا ہوتا ہے لیکن اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ دنیا کا کوئی ملک بھی بشمول آپ کے ملک کے اس کے اثر سے بچ نہیں سکا لیکن ہمارے لئے ان تبدیلیوں میں حیران ہونے یا تشویش کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ان تغیرات کی سمت۔ رفتار اور شدت کے بارے میں ہمیں مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی خبریں دیدی تھیں اور آئندہ اپنے وقت پر یہ بات واضح ہوجائیگی کہ کس طرح یہ تغیرات خدائی ارادے کی تکمیل میں ممد ہوئے ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ میں دو طاقتیں ایسی اُبھرینگی کہ دنیا ان میں بٹ جائیگی۔ اور کوئی اور طاقت ان کا مقابلہ نہ کرسکے گی۔ پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرکے اپنی تباہی کا سامان پیدا کریں گی۔

لیکن صرف اس ایک جنگ کے بارے میں ہی پیشگوئی نہیں تھی بلکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے پانچ عالمگیر تباہیوں کی خبر دی ہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دنیا سخت گھبرا جائیگی۔ مسافروں کیلئے وہ وقت سخت تکلیف کا ہوگا۔ ندیاں خون سے سُرخ ہوجائینگی یہ آفت یکدم اور اچانک آئیگی۔ اس صدمہ سے جوان بوڑھے ہوجائینگے۔ پہاڑ اپنی جگہوں سے اڑا دیئے جائینگے بہت سے لوگ اس تباہی کی ہولناکیوں سے دیوانے ہوجائینگے یہی زمانہ زار روس کی تباہی کا ہوگا اس زمانے میں کمیونزم کا بیج دنیا میں بویا جائیگا جنگی بیڑے تیار رکھے جائیں گے اور خطرناک سمندری لڑائیاں لڑی جائینگی۔ حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائیگا۔ شہر قبرستان بن جائیں گے۔

اس تباہی کے بعد ایک اور عالمگیر تباہی آئیگی جو اس سے وسیع پیمانے پر ہوگی اور زیادہ خوفناک نتائج کی حامل ہوگی۔ وہ دُنیا کا نقشہ ایک دفعہ پھر بدل دیگی۔ اور قوموں کے مقدر کو نئی شکل دیدیگی۔ کمیونزم بہت زیادہ قوت حاصل کریگی اور اپنی رضی منوانے کی طاقت اس میں پیدا ہوجائیگی۔ اور وہ وسیع و عریض رقبہ پر چھا جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مشرقی یورپ کے بہت سے حصے کمیونسٹ ہوگئے اور چین کے ستر کروڑ باشندے بھی اسی راستے پر چل پڑے۔ اور ایشیاء اور افریقہ کی اُبھرتی ہوئی قوموں میں کمیونزم کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا ہے دنیا دو متحارب گروہوں میں منقسم ہوگئی ہے جن میں سے ہر ایک جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس اور اس بات کیلئے تیار ہے کہ انسانیت کو موت و تباہی کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں دھکیل دے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی۔ دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے۔ کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ نئی تہذیب کا قصرِ عظیم زمین پر آ رہیگا۔ دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہوجائیں گے۔ انکی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگی۔ انکی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہوجائیگا۔ بچ رہنے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے۔

روس کے باشندے نسبتاً جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائیگی اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرینگے۔ اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلے گا اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بگھار رہی ہے وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لیگی اور حلقہ بگوش اسلام ہوکر اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہوجائے گی۔

شاید آپ اسے ایک افسانہ سمجھیں مگر وہ جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے اور زندہ رہیں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں۔ کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔

پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہا د اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتداء ہوگی اور اس کے بعد بڑی سُرعت کے ساتھ اسلام کا دنیا میں پھیلنا شروع ہوگا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرلیں گے۔ اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد الرسول اللہ کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے جاپان اور چین کا پیشگوئی کے مطابق مشرقی طاقت کے رنگ میں اُفق پہ اُبھرنا۔

روس کے شاہی خاندان اور شاہی نظام کی تباہی۔ اسکی بجائے کمیونزم کا قیام اور سیاسی اقتدار اور پھر دُنیا میں اس کا نفوذ بڑھنا۔ پہلی عالمگیر جنگ جس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ اور پھر دوسری عالمگیر جنگ جس نے دوبارہ دنیا کا نقشہ بدل دیا ایسے اہم واقعات ہیں جو تاریخ انسانیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ سب واقعات اسی طرح ظہور میں آئے جس طرح کہ ان کی پہلے سے خبر دی گئی تھی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مقصد کو پورا کرکے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔ ان تمام پیشگوئیوں کی اس سے قبل ہی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوچکی تھی اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے متعلق جو پیش خبریاں دی گئیں اور ثبوت کی گئی ہے وہ بھی ضرور اپنے وقت پر پوری ہونگی کیونکہ یہ پیش خبریاں ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہورہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اسلام کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دنیا کو منور کرے گا لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقع ہو ضروری ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی میں سے گزرے ایک ایسی خونی تباہی جو بنی نوع انسان کو جھنجوڑ کر رکھ دیگی۔ لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی ہے اور انذاری پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے التوا میں ڈالی جاسکتی ہیں، بلکہ ٹل بھی سکتی ہیں اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کرلے وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرے۔ فسق و فجور سے باز آجائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اختیار کرلے۔ مگر اس کا انحصار تو ان قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں۔ کہ آیا وہ اس مستی کو چھوڑ کر روحانی لذت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں؟ اگر دنیا نے دُنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعودہ ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔ پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں اور خدائے رحیم و کریم کی آواز کو سُنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔

اب میں مختصراً اس روحانی انقلاب کا ذکر کرتا ہوں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ دنیا میں رونما ہوا تھا مگر یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ آپ کی بعثت کے زمانہ میں اسلام انتہائی کس مپرسی اور تنزّل کی حالت میں تھا علم مسلمانوں کے پاس نہ تھا۔ دولت سے وہ محروم تھے صنعت و حرفت میں ان کا کوئی مقام نہ تھا تجارت ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ سیاسی اقتدار وہ کھو چکے تھے۔ اور حقیقی معنی میں تو دنیا کے کسی حصہ میں وہ صاحبِ اختیار حاکم نہ رہے تھے اخلاقی حالت بھی ابتر تھی اور شکست خوردہ ذہنیت ان میں پیدا ہوچکی تھی۔ اور پھر اُبھرنے اور زندہ قوموں کی صف میں کھڑے ہونے کی کوئی اُمنگ باقی نہ رہی تھی۔ اسلام کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ دنیا کی سب طاقتیں اسلام پہ حملہ آور ہورہی تھیں اور اسلام کو سر چھپانے کے لئے کہیں جگہ نہ مل رہی تھی عیسائیت سب میں پیش پیش تھی۔ اور اسلام کی سب سے بڑی دشمن عیسائی مناد کثرت سے دُنیا میں پھیل گئے تھے عیسائی دنیا کی دولت اور

سیاسی اقتدار ان منادی کی مدد کو ہر وقت تیار تھا اور ان کا پھیلاؤ اور بھرپور وار اسلام کے خلاف تھا اسے اپنی فتح کا اتنا یقین تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دنیا میں اعلان کیا گیا کہ :- (۱) براعظم افریقہ عیسائیت کی جیب میں ہے۔ (۲) ہندوستان میں دیکھنے کو بھی مسلمان نہ ملے گا اور (۳) وقت آگیا ہے۔ کہ مکہ معظمہ پر عیسائیت کا جھنڈا لہرائے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی اپنی حالت یہ تھی کہ ابھی گنتی کے چند غریب مسلمان آپ کے گرد جمع ہوئے تھے کوئی جتھہ کوئی دولت کوئی سیاسی اقتدار آپ کے پاس نہ تھا۔ مگر وہ جس کے قبضۂ قدرت میں ہر شے ہے آپ کے ساتھ تھا اور اسی خدا نے آپ سے یہ کہا کہ دنیا میں یہ منادی کر دو کہ اسلام کی تازگی کے دن آگئے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جب اسلام تمام ادیانِ عالم پر اپنے دلائل اور اپنی روحانی تاثیروں کی رو سے غالب آئے گا۔

آگے چلنے سے قبل ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے اور ہم تمام مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح ناصری علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ نبی تھے۔ اور ان کی والدہ بھی نیکی میں ایک پاک نمونہ تھیں قرآن کریم نے ان دونوں کا ذکر عزت سے کیا ہے مریم علیہا السلام کو تو قرآن کریم نے پاکیزگی کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور قرآن کریم میں آپ کا ذکر انجیل کی نسبت زیادہ عزت کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم ان دونوں کو معبود ماننے کے کلیسائی عقیدے کی سختی سے تردید فرماتا ہے۔ یہ بات اور عیسائی کلیسیا کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت سے انکار دو ایسے امور ہیں جو اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اور اصولی اختلاف ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :-

"میں ہر دم اسی فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے۔ اور میری جان عجب تنگی میں ہے اس سے بڑھ کر اور کونسا دلی درد کا مقام ہوگا۔ کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا گیا اور ایک مشت خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہے میں کبھی کا اس غم میں فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر و توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے غیر معبود ہلاک ہونگے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئیگی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مر یگا۔ خدائے قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اسکے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھا دے سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مر جائیں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھیگا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونیوالے بڑے زور سے داخل ہو جائینگے اور وہی باقی رہ جائیں گے۔ جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔ اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹیگا نہ کند ہوگا۔ جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا۔ اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دیگا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔" (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۸-۹)

ان زبردست پیشگوئیوں کے بعد تو دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ افریقہ کا وسیع براعظم عیسائیت کے جھنڈے تلے جمع ہونے کی بجائے اسلام کے خنک اور سرور بخش سایہ تلے جمع ہو رہا ہے ہندوستان میں یہ حالت ہے۔ کہ احمدی نوجوانوں سے بات کرتے ہوئے بھی بڑے بڑے

پادری گھبراتے ہیں اور مکہ پر عیسائیت کا جھنڈا لہرانے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ (انشاءاللہ)

غلبۂ اسلام کے متعلق جو بشارتیں دی گئی تھیں ان کے پورا ہونیکے آثار ظاہر ہو رہے ہیں مگر جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ایک تیسری عالمگیر تباہی کی بھی خبر دیگئی ہے جس کے بعد اسلام پوری شان کے ساتھ دنیا پر غالب ہوگا۔ مگر یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ توبہ اور اسلام کی بتائی ہوئی راہیں اختیار کرنے سے یہ تباہی ٹل بھی سکتی ہے اب یہ آپکے اختیار میں ہے کہ اپنے خدا کی معرفت حاصل کرکے اور اس کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرکے خود کو اور اپنی نسلوں کو اس تباہی سے بچا لیں یا اس سے دوری کی راہیں اختیار کرکے خود کو اور اپنی نسلوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ ڈرانے والے عظیم انسان نے خدا اور محمد کے نام پر (مندرجہ ذیل الفاظ میں) آپ کو ڈرایا ہے اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے میری یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو اپنا فرض پورا کرنیکی توفیق دے۔ میں اپنی تقریر اس عظیم شخص کے اپنے الفاظ پر ختم کرتا ہوں

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے۔ اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہونگے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے۔ کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہونگی یہانتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائینگی۔ اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملیگا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونیوالا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہونگی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دُنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائیگا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے۔ اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اسکی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائیگا جسکے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔"

یہ پیغام ختم ہونے کے بعد حضور نے فرمایا — پس ان الفاظ میں میں نے دنیا کی اقوام کو مخاطب کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ ان الفاظ پر غور کریں اور پیشگوئیوں کو مدنظر رکھیں۔ تو آپ کے دل میں احساس پیدا ہوگا۔ کہ اب آپ کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت...

مکرم محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

نئی دُنیا

مغربی تمدن کا سب سے بڑا کارنامہ سائنس کی وہ حیرت انگیز ترقی ہے کہ پہلے جن چیزوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، آج وہ واقعہ کی شکل میں موجود ہیں، خواب و خیال کی باتیں حقیقت کا رُوپ دھار چکی ہیں۔ انسان کُرۂ ارض سے پرواز کر کے عالمِ افلاک کی تسخیر میں مشغول ہے۔ چاند سورج تک اس کی کمند پہنچ چکی ہے اور وہ دن دُور نہیں جب آسمان کے ستارے اس کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ لاجرم یہ سائنس کی بہت بڑی فتح ہے اور اس سے زیادہ مادی ترقی کیا ہو سکتی ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی انتہا کہاں جا کر ہو گی لیکن کیا یہ انسانیت کی حقیقی ترقی ہے اور اس سے انسانی شرف و عظمت کی تکمیل ہو گئی۔ اگر انسان محض مادیت کا پُتلا نہیں ہے اور اس کی کچھ روحانی ضروریات اور اخلاقی فرائض بھی ہیں تو یقیناً آج کا ترقی یافتہ انسان پھر اسی درجہ پر پہنچ گیا ہے جہاں آج سے ہزاروں سال پہلے دَورِ وحشت میں تھا اور وہ اخلاق و انسانیت کے تمام سبق فراموش کر کے روز بروز اخلاقی پستی میں گرتا جا رہا ہے —— ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ سائنسی ایجادات اور ایٹمی انرجی کے انکشاف نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے اور اس کی فتح و کامرانی کا جھنڈا عالمِ افلاک پر گڑا چاہتا ہے مگر اس سے انسانیت کی کیا خدمت ہوئی؟ کیا اس کے امراض کا مداوا، اس کے قلب و رُوح کو سکون حاصل ہو گیا؟ کمزور قوموں کو طاقتور قوموں کا خوف جاتا رہا ہے؟ غریبوں اور بیکسوں کے دُکھ درد کا علاج ہو گیا؟ اور دنیا میں عدل و مساوات کی حکومت قائم ہو گئی؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو کیا اس کے بغیر انسان کی حقیقی ترقی کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

مخدومی و محترمی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالتِ انصاف۔ نے آج سے ۲۶ سال قبل ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا ریڈیو سے "نئی دنیا" کے موضوع پر ایک تقریر نشر فرمائی تھی جس میں ان امور کی نشان دہی کی گئی ہے جن پر چل کر اقوامِ عالم امن و سکون کی زندگی بسر کر سکتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ چوہدری صاحب موصوف نے ۲۶ سال قبل جن خدشات کی نشان دہی کی تھی وہ ایک ایک کر کے دنیا کے سامنے آ چکے ہیں اور آج دُنیا تباہی کے کنارے کھڑی ہے اور یہ ساری خرابی نتیجہ ہے زندگی کے مادی تصور اور ترقی کے مادی نصب العین کا —— محترم چوہدری صاحب نے اپنے اس قیمتی مضمون میں اسلامی تعلیم کی

روشنی میں اس مرض کا حقیقی اور صحیح علاج بھی تجویز کیا ہے۔

جب تک زندگی کا مادی تصور اور ترقی کا مادی نصب العین نہ بدلے گا اُس وقت تک نہ انسانیت کی متوازن ترقی ہو سکتی ہے اور نہ قوموں میں باہمی اعتماد اور ہمدردی کا پیدا ہو سکتی ہے۔ اس تمدن کا سب سے بڑا خسارہ یہی ہے کہ اُس نے انسان کو ایک اعلیٰ درجہ کا ترقی یافتہ حیوان بنا دیا ہے جو آسمانوں میں پرواز اور سیاروں کی طرح فضا میں گردش کر سکتا ہے، سمندروں کی تہ کی خبر لا سکتا ہے لیکن زمین پر انسانوں کی طرح چل نہیں سکتا۔ جس کے نتیجہ میں سائنسی ترقیاں انسانوں کے لئے رحمت کی بجائے زحمت بنتی جا رہی ہیں، بڑے بڑے مفکر اور سائنسدان حیران ہیں کہ اگر ان ترقیوں کو دنیا کی تعمیر اور انسانیت کی خدمت کی بجائے اس کی تخریب اور بربادی کے لئے استعمال کیا گیا تو عالمِ انسانیت کا انجام کیا ہوگا۔ اس کے تدارک کی کوئی تجویز ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ ترقی کے مادی تصور کو بدلا جائے اور زندگی میں اخلاق و روحانیت کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جائے جو مادی ترقی کو حاصل ہے۔ (ایڈیٹر)

اس وقت مشرق و مغرب میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے، کہ موجودہ جنگِ عظیم کے بعد ایک نئی دنیا کی بنیاد ڈالی جائے۔ اگر ایک طرف محوری طاقتیں مدعی ہیں، کہ وہ ایک نئے نظام کے قیام کے لئے جد و جہد کر رہی ہیں، تو دوسری طرف جمہوریتیں اس بات کا اعلان کر رہی ہیں، کہ اس جنگ کے بعد وہ ایک نئی دنیا بسانے کا ارادہ رکھتی ہیں لیکن سوال یہ ہے، کہ موجودہ دنیا کے بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟ کیا موجودہ نظام کسی خارجی طاقت نے دنیا کے سر زبردستی مڑھ دیا تھا، کہ اب اسکے بدلنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟ یا دنیا غفلت و نسیان کی گھڑیوں میں اپنے پہلے اچھے راستہ کو بھول کر کسی ایسے راستہ پر چل پڑی تھی، جو خرابی کرنے والا تھا، کہ اب اُسے دوبارہ اپنے اصلی مقام کی طرف لوٹ کر آنے کی خواہش پیدا ہو رہی ہے! یا یہ کہ جس مقصد کو اس زمانہ کے لوگوں نے اپنے لئے چُنا تھا، اس کی خرابی اب ان پر واضح ہو گئی ہے، اور اب وہ ایک نئے مقصد کی تلاش کے درپے ہو رہے ہیں؟

جہاں تک علمی اور مادی ترقی کا سوال ہے، بغیر کسی تردد کے کہا جا سکتا ہے، کہ آجکل کی دنیا سابق دو تین سو سال کی دنیا سے یقیناً ترقی یافتہ ہے، علم پہلے سے زیادہ ہے، صنعت و حرفت کی ترقی پہلے سے زیادہ ہے۔ تجارت پہلے سے زیادہ ہے۔ ایجادات کا باب وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ غربا کے حقوق کا پہلے سے بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ زمین کے مخفی خزانوں پر پہلے سے کہیں زیادہ انسان کو تصرف حاصل ہے۔ غرض دولت، حصولِ دولت، اور تقسیم دولت تینوں امور میں آج کا انسان آج کر

دو تین سو سال پہلے کے انسان سے بہتر حالت میں ہے۔ پھر تبدیلی کی خواہش دنیا میں کیوں پیدا ہو رہی ہے؟ برسرپیکار قوموں ہی کو دیکھ لو! کیا آج کا جرمنی علم، آزادی، دولت اور طاقت میں گزشتہ صدی کے جرمنی سے کم ہے؟ کیا آج کا اٹلی گزشتہ صدی کے اٹلی سے ان باتوں میں پیچھے ہے؟ کیا آج کا جاپان گزشتہ صدی کے جاپان سے ان باتوں میں پس ماندہ ہے؟ یقیناً نہیں۔ ان ممالک کی گزشتہ تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہو سکتا ہے، کہ گزشتہ صدی کے جرمنی، اٹلی اور جاپان موجودہ جرمنی، اٹلی اور جاپان کے مقابل پر ایسے ہی ہیں، جیسے کہ ایک سمندر کے مقابل پر تالاب۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان ترقی یافتہ ممالک کو کیا بے چینی ہے، کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمسایہ ممالک سے الجھنا چاہتے ہیں۔ ان ممالک کی اندرونی حالت تو بتا رہی ہے، کہ اس کی درستی کی خاطر یہ شور و شر نہیں مچایا جا رہا۔ پس یہ بے کلی یقیناً اپنی گزشتہ حالت پر نظر کرتے ہوئے پیدا نہیں ہو رہی۔ بلکہ بعض ان دوسرے ممالک کو دیکھ کر پیدا ہو رہی ہے جو گزشتہ سو سال میں ترقی کر کے عالمگیر وسعت حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں یہ شکوہ نہیں، جیسا کہ وہ ظاہر کرتے ہیں، کہ ان کے لئے رہنے کو جگہ نہیں، بلکہ یہ گلہ ہے، کہ انہیں دوسری اقوام پر حکومت کرنے اور ان کے حالات میں تصرف کرنے کے ویسے سامان میسر نہیں، جیسے کہ بعض دوسری اقوام کو حاصل ہیں۔ اگر محض رہنے کی جگہ کا سوال ہوتا، تو ایک ہی وقت میں جگہ کی شکایت اور افزائش نسل کی تدابیر پر زور نہ دیا جاتا۔ جن اقوام کے پاس جگہ تنگ ہوتی ہے وہ نسل کو کم کرنے کی تدبیریں نہ کریں تو نہ کریں، لیکن وہ نسل کے بڑھانے کے لئے غیر معمولی ذرائع کبھی اختیار نہیں کرتیں۔ مگر یہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جرمنی اور اٹلی نہایت زور سے اور جاپان ایک حد تک اپنی آبادی کے بڑھانے کیلئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔

یہ افزائش نسل کی کوششیں بتاتی ہیں کہ ان ممالک کو اصل تکلیف یہ نہیں کہ ان کے پاس رہنے کو جگہ نہیں، بلکہ یہ ہے کہ بعض دوسری اقوام کی طرح وہ بھی بعض اور اقوام پر حکومت کرنے کی خواہشمند ہیں اور ان اقوام کی سیاسیات میں اپنے اثر اور رسوخ کو بڑھانا چاہتی ہیں۔

جن قوموں میں علم، طاقت اور بیداری پیدا ہو چکی ہے، ان کو موجودہ حالات میں اس خواہش سے روکنا ناممکن ہے۔ طاقت کے ساتھ یہ خواہش دبائی جا سکتی ہے، مٹائی نہیں جا سکتی۔ گزشتہ عالمگیر جنگ کے بعد لوگوں نے خیال کیا تھا کہ شاید جنگ کے امکانات ایک لمبے عرصہ تک کے لئے مٹا دیئے گئے ہیں لیکن واقعات نے اس کے الٹ ثابت کیا اور جب تک دماغوں میں علوم، دلوں میں خواہشات اور افکار میں جبر و زبردستی کی لہریں اٹھ رہی ہیں، اور جب تک ان بیدار طاقتوں کو نظر آ رہا ہے، کہ بعض

حکومتیں بعض دوسرے ممالک کو اپنے تابعِ فرمان رکھکر اقتصادی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہی ہیں، اس وقت تک ان سے یہ امید کرنا کہ وہ نچلی بیٹھی رہیں اور اپنے خوش قسمت ہمسایوں کی تقلید سے باز رہیں ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا پس ایک ایسی دنیا کی تعمیر جو گزشتہ سے مختلف ہو، اور جو امن و سکون کی بہاریں دکھائے، مادی تبدیلیوں سے ممکن نہیں۔ اس کے لئے قانون کی نہیں بلکہ دلوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ معاہدات کی درستی سے اس بارے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ کام تو اخلاق کی صفائی کا محتاج ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ملکوں اور قوموں کے حالات میں خرابی اُسی وقت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ کو اخلاقی ذمہ داریوں سے آزاد سمجھنے لگ جاتی ہیں۔ حالانکہ جس طرح افراد پر اخلاقی ذمہ داری ہے، ویسے ہی قوموں پر بھی ہے جس طرح فرد کے لئے لالچ، حرص، ظلم اور جھوٹ نقصان دہ ہیں، اسی طرح قوموں اور حکومتوں کے لئے بھی یہ امور ناپسندیدہ ہیں۔ جس طرح فرد کے لئے اگر وہ اچھے اخلاق پیدا کرنا چاہے، اور سوسائٹی کا مفید رُکن بننا چاہے یہ ضروری ہے کہ وہ کمزوروں کی امداد کرے اور اُن کے لئے ترقی کے سامان پیدا کرے اور اپنے بھائی کو حقیر نہ سمجھے، اسی طرح قوموں اور ملکوں اور حکومتوں کے لئے بھی ان امور کی ویسی ہی ضرورت ہے۔ اور جب تک دنیا کی اقوام اور حکومتیں اِس اصل کو مدِّنظر نہ رکھیں گی کبھی دنیا میں امن قائم نہ ہوگا۔ اور وہ نئی دنیا جس کے بنانے کی خواہش دلوں میں پیدا ہو رہی ہے کبھی معرضِ وجود میں نہ آسکے گی۔

اِسی جنگ کو دیکھ لو جو اِس وقت لڑی جا رہی ہے، اِس کی وجہ سوائے اِس کے کیا ہے، کہ بعض ملک اپنی ذاتی ترقی پر قانع نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے ملکوں اور اپنی سرحدوں سے پار اور دُور جا کر دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں پر حکومت کریں، اور ان کی دولت اور مال سے فائدہ اُٹھائیں۔ اِس خواہش کو سوائے دلوں کی اصلاح اور اخلاق کی درستی کے کونسی چیز دبا سکتی ہے۔ طاقت سے اگر یہ خواہش دبا بھی دی جائے تو پھر کچھ سال کے بعد دوبارہ کسی اَور شکل میں اور شاید کسی اَور قوم میں یہی خواہش پھر ظاہر ہو جائے گی۔ لیکن اگر دنیا یہ فیصلہ کرے کہ سب کی سب اقوامِ انسانی افراد کی طرح اپنے آپکو اصولِ اخلاق کے تابع سمجھیں گی اور ان پر اسی طرح کاربند ہوں گی جس طرح کہ انسانی افراد کی نسبت امید کی جاتی ہے کہ وہ کاربند ہوں تو یقیناً ملک گیری کی ہوس نہ صرف ایک قوم کے دل سے بلکہ سب قوموں کے دل سے، اور نہ صرف ایک وقت کے لئے بلکہ ایک لمبے عرصہ تک کے لئے نکل جائے گی۔

وہ مقدس کتاب جس کے پَیرووں میں ہونے کا مجھے فخر حاصل ہے، اِس بارے میں نہایت لطیف تعلیم دیتی ہے۔ وہ فرماتی ہے وَلَا تَمُدَّنَّ

عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ یعنے چاہیئے کہ کوئی قوم اس دولت اور طاقت اور سامانوں کی فراوانی کی طرف جو دوسری بعض اقوام کو حاصل ہوں آنکھیں اُٹھا اُٹھا کر نہ دیکھے زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ یہ تو سب کچھ ورلی زندگی کی زیبائش کی اشیاء ہیں اور ان کی پیدائش کی غرض صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے اقوام کی اندرونی قابلیتوں کو ظاہر کیا جائے اور خدا تعالیٰ نے جس ملک کی ترقی کے لئے جس رنگ میں سامان پیدا کئے ہیں وہی ان کے لئے اچھے اور دیرپا ہیں یعنی ہر قوم اور ہر ملک کے لئے الگ الگ سامان ذاتی قابلیتوں کے اظہار کے موجود ہیں تو پھر قوموں کو ایک دوسرے پر تصرف پیدا کر کے ان کے معاملات میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔

اسی طرح وہی مقدس کتاب فرماتی ہے۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ۔ یعنی اس عورت کی طرح مت بنو جو سوت کات کات کر ڈھیر کرتی رہی اور جب ایک اچھی مقدار سوت کی جمع ہو گئی تو بجائے اس سے کپڑا بنانے کے اس نے اس سوت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سوت کے فائدہ سے بھی گئی اور تاگے کے فائدہ سے بھی محروم رہ گئی، اور روئی کا نفع بھی اُسے حاصل نہ ہوا۔ گویا اس کی کوشش اور محنت اور مال سب ہی اکارت گئے۔ پھر یہ کتاب فرماتی ہے کہ یہ مثال ان قوموں اور ملکوں کی ہے جو آپس میں معاہدات کرتے ہیں، اور بظاہر دنیا میں امن قائم کرتے ہیں لیکن بعد میں ان معاہدات اور جدید تعلقات کے ذریعہ سے اپنی معاہد قوم سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں اور اس کے اندرونی نظام میں رسوخ اور نفوذ پیدا کرنا چاہتے ہیں جس سے دلوں میں کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور گو ایک قوم طاقتور اور دوسری کمزور ہو جاتی ہے مگر وہ اتحاد جو معاہدات کی اصل غرض ہے، پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیدا ہونے کا امکان بھی مٹ جاتا ہے جس طرح تاگے کو اگر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا جائے تو اس سے گرہ باندھنے کا کام لینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں امن قائم رہے تو اس قسم کے معاہدات بالکل نہ کرو، بلکہ چاہیئے کہ تمہارے معاہدات کی غرض اقوام کے رشتہ کو مضبوط کرنا اور کمزور قوموں کو اُبھارنا ہو۔ ان کو کمزور کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا مدنظر نہ ہو۔

یہ دونوں ایسے زرّیں اُصول ہیں کہ انکو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا فسادات سے بکلی محفوظ ہو جاتی ہے اور ایک ایسی دنیا کی بنیاد رکھی جاتی ہے جو موجودہ دنیا سے بالکل نئی، فتنوں سے پاک اور امن اور صلح کے سامانوں سے پُر ہو۔

غرض ایک نئی دنیا صرف سیاسیات اور
موجودہ حالات کی معمولی درستی سے کسی صورت میں پیدا
نہیں کی جاسکتی۔ ایسی تمام کوششیں رائگاں جائیں گی
اور فساد اگر آج مٹایا جائے گا تو کل پھر پیدا ہوگا۔
اس نئی دنیا کی بنیاد صرف اور صرف اخلاق
فاضلہ پر ہی رکھی جاسکتی ہے، اور اسی وقت
رکھی جاسکتی ہے جبکہ بنی نوع انسان یہ فیصلہ کرلیں کہ
اقوام اور حکومتیں بھی اخلاق کی حکومت کے تابع رہیں گی
اور مختلف ناموں اور مختلف بہانوں سے غیر قوموں
اور غیر ملکوں کو کمزور کرکے اپنی قوت بڑھانے کی
کوششوں کو کلی طور پر ترک کردیں گی۔ جب تمام
بنی نوع انسان اس مسلک کو اختیار کرنے کا فیصلہ
کرلیں گے، اور جن سے یہ غلطی ہوچکی ہے وہ اس کی
اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوجائیں گے تب یقیناً
ایک ایسا نظام دنیا میں قائم ہوگا جو پائیدار بھی
ہوگا اور پُرامن بھی اور جس میں چھوٹی اور بڑی اور
کمزور اور زبردست قومیں یکساں امن سے زندگی
بسر کرسکیں گی۔

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ حرص اور لالچ جو
اس وقت دنیا کے امن کو برباد کر رہے ہیں ان کا
قلع قمع کرنے کے لئے تدابیر کی جائیں۔ ان تدابیر کو
اختیار کرکے ہی دلوں کے اندر وہ صفائی پیدا کی
جاسکتی ہے جس کا پیدا ہونا نئی دنیا کے ظہور کے لئے
ضروری ہے۔ یہ تدابیر مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ چاہیئے کہ سود کو دنیا سے بالکل مٹا دیا
جائے، کیونکہ ایک تو سود کے کاروبار نے مال کے
کمانے اور بڑھانے کی حرص کو حد سے زیادہ بڑھا دیا
ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرص بڑھ جائے تو پھر
اس کو حد میں رکھنا ناممکن ہوتا ہے اور ایسی بڑھتی
ہوئی حرص ہی قوموں پر قوموں کی چڑھائیوں اور
ظلموں کا موجب ہوتی ہے۔ اور دوسرے سود
کے ذریعہ سے دنیا کی دولت چند ہوشیار لوگوں
کے ہاتھوں میں جمع ہوجاتی ہے۔ اور ایک تو خود
ان کے ملک کا بہت بڑا حصہ غربت اور افلاس
میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ دوسرے جب ان کے اپنے
ملک میں ترقی کے ذرائع محدود ہوجاتے ہیں تو پھر
سود خور لوگ اپنی اپنی حکومتوں پر تصرف حاصل
کرکے غیر قوموں کو لوٹنے کی طرف توجہ کرتے ہیں
اور اس طرح فساد اور جنگ کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

میرے نزدیک دنیا کے تاریک ترین دنوں
میں سے ایک وہ دن بھی تھا، جبکہ مختلف اقوام نے
یہ قرار دیا کہ سود دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو غریبوں
سے لیا جائے، یہ تو ناجائز ہے۔ اور دوسرا وہ جو تجارتی
کاروبار کے لئے ہو، یہ البتہ جائز ہے۔ حالانکہ حق یہ
ہے کہ یہ دونوں قسم کے سود ناجائز ہیں اور لعنت
ہیں۔ جو سود غریبوں سے لیا جاتا ہے، وہ افراد
کے لئے لعنت ہے اور جو تجارتی کاروبار پر لیا
جاتا ہے وہ قوموں اور حکومتوں کے لئے لعنت
ہے۔ اس سود کی وجہ سے ہی موجودہ زمانے کی
اکثر جنگیں لڑی گئی ہیں اور یہی سود جنگ کو طول دلا رہا

کا شغلہ بنائے رکھتا ہے۔ اسلام نے ساڑھے
تیرہ سو سال پہلے اِن دونوں قسموں کو الگ الگ
بیان کر کے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ سُود بھی حرام ہے
جو غریبوں سے لیا جاتا ہے اور وہ بھی جو تاجروں،
کارخانہ داروں اور دیگر بڑے بڑے لوگوں کو روپیہ
دے کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم نے صاف فرما دیا
تھا کہ ایسے سُود کا نتیجہ جنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس
زمانہ کے حالات نے اِس سچائی کو روزِ روشن کی
طرح ثابت کر دیا ہے۔ مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں
کہ اسلام تجارتی کاروبار سے نہیں روکتی بلکہ تجارتی
کاروبار اور شراکتوں کے لئے ایسے اصول اسلام
نے وضع کر دیئے ہیں جن پر عمل کرنے سے افراد اور
قومیں سُود کی مضرتوں سے محفوظ رہتے ہوئے زیادہ
سے زیادہ انفرادی اور قومی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

۲۔ چاہیئے کہ روپیہ جمع کرنے کے امکانات
کو کم کیا جائے کیونکہ ان سے بھی حرص بڑھتی ہے اور
چند افراد کو قوموں اور ملکوں پر بغیر ذاتی قابلیت کے
حکومت کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ
جس شخص کے پاس روپیہ کی صورت میں دولت ہو اس
کے راس المال پر نہ کہ اس کے نفع پر حکومت ایک ٹیکس
لگا دے۔ اس طرح ایک طرف تو لوگ روپیہ جمع کرنے
کی عادت کو چھوڑنے پر مجبور ہوں گے اور روپیہ
بے کار پڑا رہ کر ملک کی مالی حالت کی خرابی کا اور
چند افراد کی ناجائز طاقت کا موجب نہ ہوگا۔ اور
دوسری طرف اس ٹیکس کی آمد قوم کے کمزور حصہ کو
ترقی دینے میں صرف ہو کر تمام قوم کی ترقی اور مضبوطی کا
باعث ہوگی۔

۳۔ یہ قانون جو بعض ممالک میں رائج ہے کہ
ورثہ صرف بڑے لڑکے کو ملتا ہے۔ اس طرح بھی مصنوعی
ذرائع سے بعض افراد کو طاقتور بنا دیا جاتا ہے۔ اور
ایک طرف تو جھوٹے تفوق کا خیال بعض لوگوں کے
دلوں میں پیدا کر دیا جاتا ہے اور دوسری طرف چند
افراد کو نسلاً بعد نسلٍ ایسی قوت دیدی جاتی ہے جو اُن کو
دوسرے بنی نوع انسان پر ناجائز حکومت کا موقعہ دیتی
ہے۔ یہ اور اس قسم کے تمام قانون جو وراثت کو محدود
کرتے ہیں بالکل منسوخ ہونے چاہئیں تاکہ مال اور طاقت
بعض خاص افراد کا حق بن کر نہ رہ جائیں۔ اور اگر کسی وقت
کوئی شخص مال اور دولت میں ترقی کرے تو اس کی
دولت اور اس کا مال اس کے بعد لازماً اس کی تمام
اولاد اور دیگر ورثاء میں تقسیم ہو کر اس خاندان کو
دوبارہ اپنے سے چھوٹے خاندانوں کی صف میں لا کھڑا
کرے یہاں تک کہ ایک دو نسلوں میں وہ باقی لوگوں
کی طرح ہو جائیں اور ان میں سے وہی لوگ ترقی کریں
جو ذاتی قابلیت رکھتے ہوں اور ان کی ترقی انکے ملک
اور باقی دنیا کے لئے مفید ہو۔

۴۔ تمام بنی نوع انسان کو برابر قرار دیا جائے
اور کسی نسل اور قوم کو دوسری نسلوں اور قوموں سے
برتر تسلیم نہ کیا جائے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بھی ایک قوم
کو دوسری قوم پر اور ایک نسل کو دوسری نسل پر حکومت
کرنے یا حاصل شدہ حکومت کو قائم رکھنے کا خیال

پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ سب حکومتوں کا فرض قرار دیا جائے کہ وہ تمام افرادِ ملک کے کھانے، کپڑے، مکان، اور تعلیم کی ذمہ دار ہوں، تاکہ وہ ہزاروں لاکھوں جو پہاڑ کی وادیوں میں پیدا ہونے والے پھولوں کی طرح بغیر اپنی قابلیت کا جوہر دکھانے کے دنیا سے گزر جاتی ہیں انہیں اپنی قابلیتوں کے جوہر دکھانے کے مواقع حاصل ہوں، اور دنیا فطرت کے ان قیمتی خزانوں سے فائدہ اٹھا سکے اور حکومت طاقت اور اختیارات صرف چند خاندانوں یا افراد کا حق نہ بنے رہیں۔

۶۔ ایکسچینج کے طریق کو جہاں تک ہو سکے محدود کیا جائے اور تبادلہ اشیاء کے طریق کو زیادہ سے زیادہ رائج کیا جائے تاکہ مالدار اقوام غریب ملکوں کی دولت کو سستے داموں لوٹ نہ سکیں۔

اگر ان چھ اصولوں پر عمل کیا جائے تو اس سے انسانی ذہن میں ایسی تبدیلی پیدا ہونی ممکن ہے جو اسے لالچ اور حرص سے آزاد کر دے ۔ اور اقوام آپس میں محبت اور پیار سے رہ سکیں۔

لیکن چونکہ باوجود پوری احتیاط کے پھر بھی بعض دفعہ خرابی کہیں نہ کہیں سے پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اس نئی دنیا کو دوام اور ثبات عطا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے، کہ آئندہ سب حکومتیں اور قومیں اس نفسی نفسی کی پالیسی کو جو اب رائج ہے، ترک کر دیں، اور سب مل کر اس بات کا عہد کریں کہ بعید ترین اور کمزور ترین ملک پر بھی اگر کوئی اور ملک حملہ کرے گا تو وہ اوّل تو بیچ بچاؤ کر کے صلح کرانے کی کوشش کریں گی، اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اپنی ساری فوجی طاقت کے ساتھ ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کریں گی۔ جب تک تمام یا اکثر حکومتیں اس ذمہ داری کو قبول نہ کریں گی ظلم دور نہ ہوگا۔ اگر منچوریا اور ابی سینیا کی جنگوں کے موقعہ پر دنیا کی حکومتیں اپنی ذمہ داری کو سمجھتیں اور ادا کرتیں تو آج کی جنگ کبھی نہ ہوتی، اور جو نقصان دنیا کو آج ہو رہا ہے اس وقت اس سے ہزاروں حصے کم نقصان اٹھا کر امن ایک لمبے عرصہ کے لئے قائم کر دیا جاتا۔

بغیر ان تدابیر پر عمل کرنے کے ایک نئی دنیا کے بنانے کا خیال محض ایک وہم ہے، جو کسی صورت میں پورا نہیں ہو سکتا مگر اصل اور یقینی ذریعہ جس سے ایک نئی دنیا پیدا کی جا سکتی ہے اور جس میں یہ سب تدابیر اور ان کی تمام تفاصیل شامل ہیں، یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان اس خدائے قدیر و حکیم کی طرف جھکیں، جو دنیا کا پیدا کرنے والا ہے اور جو انسان کی پیدائش کی غرض کو خوب جانتا ہے، اور اس سے عرض کریں کہ اے رحمتوں اور فضلوں والے خدا! تُو نے ہم کو ہر قسم کے آرام اور راحت کے سامان بخشے تھے مگر ہم نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا اور انہی سامانوں کو اپنے لئے زحمت اور عذاب کا سبب بنا لیا ہے۔ اب دیکھ کہ ہم اپنے ہاتھوں کے کئے سے بیزار ہو کر تیری طرف اور صرف تیری طرف

مغرب کا اخلاقی دیوالیہ پن

(مکرم لطف الرحمٰن صاحب محمود ایم۔اے)

یورپ کی مادی ترقی اور ظاہری صفائی کا بڑا چرچا ہے۔ حیران کن سائنسی ایجادات، فلک بوس عمارات، زمین دوز شاہراہیں، یہ ساری چیزیں انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ اس پہلو پر اگر غور کیا جائے تو محسوس ہونے لگتا ہے کہ ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

لیکن اس روشن تصویر کے دوسرے رُخ پر جب نظر پڑتی ہے تو دل سے درود کی دُعا حضرت مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نکلتی ہے۔ حضورؐ نے دجّال کی ایک آنکھ کو بے کار بیان فرمایا۔ اس کی حقیقت عروسِ مغرب کے چہرے کو بغور دیکھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ دنیا کی آنکھ تو روشن تر ہے لیکن دین کی آنکھ بیکار رہی ہے۔

"آزادی" اور "فرد کے انفرادی حقوق" کے نام پر جو گُل کھلے ہیں اور کھل رہے ہیں، تازیانۂ عبرت ہیں۔ آزادیٔ نسواں کی لہر نے صدف کے پردہ نشینوں کو گلے کا ہار بنا کر رکھ دیا ہے اور بھولی بھالی عورت "آزادی" کے لفظ کی کھوکھلی کھنک پر قربان ہو چکی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے صنف کی سی حیثیت کی حامل ہو کر رہ گئی ہے۔ اب یورپ تہذیب کی ایک نئی کرن "پھوٹی" ہے جس سے مغربی

یورپ کے تقریباً تمام ملک جگمگا اُٹھے ہیں۔ تاریخِ انسانیت میں پہلی بار چرچ میں پورے مذہبی وقار کے ساتھ دو نوجوان مردوں کو رشتۂ زوجیت میں منسلک کر دیا گیا ہے۔ ہم جنسیت (لواطت) جنسی انتشار کی ان بد راہوں میں ایک ہے جو ہزاروں سال سے دنیا میں موجود ہیں لیکن آسمانی مذاہب کی کتب نے اس کی مذمت کی ہے۔ قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر قومِ لوطؑ کے تذکرے میں اس غیر فطری اقدام کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ تورات میں بھی کئی آیات میں اس کی شدید مذمت موجود ہے اور سدوم کی بستی کی بربادی کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ عہد نامہ جدید میں توقع کی گئی ہے کہ اس بے آبروی سے بچا جائے۔ میرے لئے اس مضمون میں اس غیر فطری انتشارِ جنسی کے خوفناک اخلاقی، نفسیاتی، جنسی اور قومی نقصانات کو واضح کرنے کی گنجائش نہیں۔ میں تو صرف اس بات پر آنسو بہانا چاہتا ہوں کہ یورپ (اور امریکہ میں بھی) میں ہم جنسیت کی پشت پناہی کرنے کے لئے قانون تو پہلے ہی حرکت میں آچکا تھا اب چرچ بھی مسابقت کی روح سے سرشار ہو کر میدانِ عمل میں اُتر آیا ہے ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

یورپ کے اکثر ممالک میں انیسویں صدی کے تقریباً وسط تک لواطت کا ارتکاب کرنے والوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ خدا کی قدرت انہی ممالک میں اس وقت اس فعل کا قانونی جواز موجود ہے۔ اور چرچ کے عمائدین نے بھی اس کی تائید کر دی ہے۔

لندن سے شائع ہونے والے اخبار "NEWS OF THE WORLD" کے ۹ رجولائی ۱۹۶۷ء کے شمارے میں تصاویر کے ساتھ دو نوجوان مردوں کی عروسی تقریب کی صفحہ اول پر سب سے نمایاں جگہ پر خبر شائع ہوئی۔ اس افسوس ناک خبر کے مطابق شادی کی تقریب روٹرڈم کے ایک کیتھولک گرجے میں منعقد ہوئی۔ دراز قد کا چھبیس سالہ نوجوان (HENRY RIETRA) جو ایک شراب خانے کا مالک ہے، دولہا کی حیثیت سے اس تقریب میں شامل ہوا۔ "دلہن" بننے والا چوبیس سالہ نوجوان (JOHN KNOCKHART) بلجیم کا باشندہ ہے۔ اخبار کے بیان کے مطابق "وہ پتلی کمر والا چھوٹے قد کا لڑکا ہے" اور اس نے شادی کی تقریب کے لئے چہرے پر ہلکا سا "میک اپ" بھی کر رکھا تھا۔ گرجے میں پورے وقار اور احترام کے ساتھ "فادر" (J.C. MTZIGT) نے شادی کی رسومات ادا کیں۔ اس تقریب میں اور لوگوں کے علاوہ "دولہا میاں" اور "دلہن" کے رشتہ دار بھی شامل ہوئے۔ "دلہن میاں" کی والدہ محترمہ کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ خدا جانے وہ خوشی کے آنسو تھے یا غم کی غمازی کر رہے تھے۔ چرچ میں "میاں بیوی" نے شادی کی انگوٹھیوں کا تبادلہ کیا اور ایک دوسرے کو تحائف پیش کئے۔ "دلہن میاں" کی والدہ نے اس وقت رونا شروع کر دیا جب جوڑے نے عمر بھر کے لئے محبت اور وفاداری کا عہد کیا۔ یہ خبر اس وقت جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اس وقت جوڑا "ماہ عسل" منانے کے لئے ہالینڈ کے کسی دلغریب مقام کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔!!! ع

"گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر"

ہالینڈ کے کیتھولکس کے بعض حلقوں نے اس خبر پر خفی یا جلی انداز سے ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا ہے۔ بعض نے دو ہم جنسوں کی شادی پر چرچ کی طرف سے مہر تصدیق ثبت ہونے پر احتجاج بھی کیا ہے۔ ان لوگوں نے بجا طور پر یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ یہ ہم جنسیت کے قانونی طور پر تسلیم ہو جانے کے بعد چرچ کے ذریعے "تقدیس" کا مقام دلانے کی طرف ایک قدم ہے۔

قارئین جانتے ہوں گے کہ ہالینڈ میں ہم جنسی کے مریضوں کی ایک باقاعدہ رجسٹرڈ انجمن ہے جسے سمی۔ اور سی (C.O.C.) کے نام سے یاد کیا جاتا

ہے۔ اس انجمن کا منظم دفتر ہے اور ایک میگزین بھی ہے۔ سی۔ او۔ سی نے نہ جانے کیوں اس طرح شادی رچانے کی حرکت کو ناپسند کیا ہے۔ اس کے جواب میں دولہا میاں کا جو بیان اخبار میں شائع ہوا ہے وہ قابلِ غور ہے :-

"THIS IS ALL ENVY AND SPITE. THE C.O.C. DOES NOT LIKE THE FACT THAT WE DID PIONEER WORK AFTER ALL, WE ARE THE FIRST HOMOSEXUALS IN THE HISTORY TO BE MARRIED IN CHURCH."

یعنی یہ ردِّ عمل سی۔ او۔ سی کی جلن اور حسد کا نتیجہ ہے۔ یہ انجمن اس حقیقت کو ناپسند کرتی ہے کہ اوّلیت کا شرف ہمیں کیوں ملا ہے۔ بہر حال، ہم تاریخِ انسانی کے وہ پہلے لوطی ہیں جن کی باقاعدہ شادی چرچ میں انجام پذیر ہوئی ہے۔"

مغربی یورپ کے ایک آدھ ملک کو چھوڑ کر ہر ملک میں "ہم جنسیت" قانوناً جائز ہے۔ ہالینڈ "آزادی" سے زیادہ فیضیاب ہے۔ اب وہاں "ویک اینڈ" (WEEK END) ہم جنسی کے مریض ایمسٹرڈم، روٹرڈم اور ہیگ میں بکثرت آتے ہیں۔ کئی مریض ہمسایہ ممالک سے بذریعہ ہوائی جہاز بھی آتے ہیں۔ وہاں ایسے "مراکز" اور "بار" موجود ہیں جہاں یہ لوگ اپنے خاص رفقاء کے ساتھ بدمستی میں ناچتے ہیں۔ ایسے مواقع پر بعض نوخیز نوجوان بن سنور کر وہاں آتے ہیں (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے "NEWS OF THE WORLD" مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۶۷ء)

ہالینڈ کے علاوہ مغربی یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی "آزادی" اور "فرد کے حقوق" کے نام پر اس قسم کے شرمناک افعال کے لئے ماحول بڑا سازگار بنا دیا گیا ہے۔ !!

برطانیہ اس میدان میں "پس ماندگی" کا شکار تھا اور برطانوی پارلیمنٹ کے بعض ارکان اپنے ملک میں لواطت کو قانوناً جائز قرار دینے کے لئے بڑی مدت سے کوشاں تھے۔ لیبر پارٹی کے ایک رُکن (LEO ABASE) تو دیوانہ وار برطانوی پارلیمنٹ میں پانچ سال سے اس قانونی جنگ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ آرچ بشپ آف کنٹربری نے بھی ان کی حمایت کر دی۔ چنانچہ اس سال "کفر ٹوٹا ہے" اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں اور ایک رات کو پارلیمنٹ برطانیہ کے بہترین دماغوں نے کثرتِ رائے کے ساتھ ہم جنسیت کے جواز کا قانون کر دیا!! جس کی رُو سے نوجوان باہمی رضامندی سے اس گھناؤنے

فعل کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ صرف اتنی پابندی ہے کہ وہ پبلک مقامات پر اعلانیہ ان ناپاک حرکات کے مرتکب نہ ہوں گے۔ اس قانون میں نابالغوں سے یا کسی سے جبراً خلافِ وضع فطری کے مرتکب کے لئے سزائیں رکھی گئی ہیں۔ اسی برطانیہ میں مشہور مصنف آسکر وائلڈ (ASCAR WILD) کے مقدمے کی ۱۸۸۵ء کے ایکٹ کے تحت سماعت ہوئی تھی۔ اور اُس کے اس جُرم کو "CRIMINAL OFFENCE" قرار دیا گیا تھا۔ ٹائم (TIME) نے اپنی ۱۴ر جولائی ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں اعتراف کیا ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے برطانیہ میں اس جُرم کے مجرم بکثرت پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ سالانہ تقریباً ایک سو مردوں کو اس جُرم کی سزا دی جاتی تھی ——— اب تنگ آ کر انہوں نے قانوناً جائز قرار دیدیا ——— اس فیصلے کے بعد برطانیہ بھی مغربی یورپ کی "معزز برادری" میں فخر سے بیٹھنے کے قابل ہو گیا ہے۔ صرف مغربی جرمنی باقی رہ گیا ہے، دیکھئے وہاں سے کب یہ آوازہ اُٹھتا ہے؟

پوپ کے نام ایک خط

اس ضمن میں عاجز نے ایک خط ۲۶ر جولائی کو پوپ کی خدمت میں لکھا اور رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا۔ ٹائم کے ایک شمارے میں اتنی خبر تھی کہ اس موضوع پر پوپ بہت خفا ہیں۔ خط کے متن کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"میں بڑے ادب سے آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ "NEWS OF THE WORLD" کے شمارہ ۹ر جولائی ۱۹۶۷ء میں ہم جنسوں کی چرچ میں شادی کے بارے میں ایک تکلیف دہ خبر طبع ہوئی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بُرائی قدیم ترین بُرائیوں میں شامل ہے لیکن کسی مذہب نے بھی اس کی سرپرستی نہیں کی۔ اس غیر فطری گھناؤنی بداخلاقی کی تمام مذاہب نے مذمت کی ہے۔ عہد نامہ قدیم و جدید میں اس کی مذمت موجود ہے۔

۱۔ "اور سدوم کے لوگ خداوند کی نظر میں نہایت بدکار اور گنہگار تھے۔"
(پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۳)

۲۔ "تو مرد کے ساتھ صحبت نہ کرنا جیسے عورت سے کرتا ہے۔ یہ نہایت مکروہ کام ہے۔" (احبار باب ۱۸ آیت ۲۲)

۳۔ "اور اگر کوئی مرد سے صحبت کرے جیسے عورت سے کرتے ہیں تو ان دونوں نے نہایت مکروہ کام کیا ہے۔ سو وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں۔ ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا۔"
(احبار باب ۲۰ آیت ۱۳)

۴۔ "اسی طرح سدوم اور عمورہ اور ان

کے آس پاس کے شہر جو اُن کی طرح حرام کاری میں پڑ گئے۔ اور غیر جسم کی طرف راغب ہوئے ہمیشہ کی آگ کی سزا میں گرفتار ہو کر جائے عبرت ٹھہرے۔" (یہوداہ کا تمام خط : ۷)

وغیرہ وغیرہ۔ خدا نے سدوم کے ہزاروں باشندوں کو اس گناہ کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور اس بستی کو بحیرہ مُردار کی شکل دیدی۔ لیکن تاریخ میں پہلی مرتبہ اس بدکرداری کو مذہبی طور پر جائز تسلیم کرنے میں چرچ گوئے سبقت لے گیا ہے۔"!!

اس کے بعد اگلے دو پیروں میں اس خبر کی تفصیلات درج ہیں۔ اس کے بعد :۔

"مقام شکر ہے کہ بہت کم افریقیوں کو معلوم ہوا ہے کہ ہالینڈ اور مغربی یورپ کے بہت سے ملکوں میں لواطت کو قانوناً جائز سمجھا جاتا ہے۔ حال ہی میں انگلستان میں بھی اسے قانوناً جائز قرار دیدیا گیا ہے حتیٰ کہ آرچ بشپ آف کنٹربری نے بھی حمایت کی ہے۔

میں حیران و پریشان ہوں کہ چرچ کے ذمہ داران باب اختیار اس بُرائی کے پھیلاؤ میں اتنی زیادہ دلچسپی کیوں لے رہے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ ضرور مجھ سے اتفاق فرمائیں گے کہ چرچ کے لئے بہ زیادہ مناسب ہے کہ اس بُرائی کے پھیلانے اور ترقی دینے اور اسے مذہبی تقدیس سے تقویت پہنچانے کی بجائے اس کی مذمت کی جائے اور اسے کچلا جائے۔

مجھے امید ہے آپ اس صورتِ حال پر ازراہِ کرم نظر فرمائیں گے اس بارے میں چند حوصلہ افزا سطور اگر آپ کی طرف سے مجھے مل جائیں تو یہ امر مذہب کے ایک طالبعلم کی ذہنی پریشانی اور قلبی کوفت میں کمی کا باعث ہوگا۔"

راقم الحروف کو ابھی تک پوپ کی طرف سے اس خط کے جواب کا انتظار ہے۔!! یورپ کی ترقی اور صفائی اپنی جگہ پر بلاشبہ قابلِ قدر ہے مگر اس تاریکی اور ظلمت کو کہاں لے جائیے گا جو روح کے لئے موت کا پیغام ہے!! +

تاثیرِ دُعا ـــــ ایک سبق آموز واقعہ

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب)

دعا کی تاثیر ظاہر کرنے کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن سے بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

یوں تو دعا کرنے کے سب ہی قائل نظر آتے ہیں لیکن جس قسم کا پختہ اور محکم یقین دُعا کے بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں قائم فرمایا ہے اس کی آج کے زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ میرے نزدیک ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُعا کے میدان میں ایسے ایمان افروز تجربات ہوتے ہیں کہ وہ تجربات خود اللہ تعالیٰ کی ہستی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر روشن دلائل کے طور کام کرتے ہیں۔

اگر خالد کے صفحات کے ذریعہ خدام اپنے اپنے تجربات تحریر میں لانے کی کوشش کریں تو خالد میں یہ ایک مستقل، دلچسپ اور ایمان افروز عنوان کا کام دے گا۔ مذکورہ بالا نیک مقاصد کے پیش نظر خاکسار ایک واقعہ ہدیۂ قارئین کرنا چاہتا ہے انما الاعمال بالنیات۔

سنہ ۱۹۴۲-۴۳ء کی بات ہے جب خاکسار بھی زمرۂ خدام میں تھا اور وقف میں آنے سے پہلے بسلسلۂ ملازمت کوہاٹ میں متعین تھا کہ ایک بزرگ صحابی نے سنتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے اپنے کچھ غیر از جماعت دوستوں کو دعوتِ طعام پیش کی جس کے بعد احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام بھی اُن تک پہنچایا گیا۔ غیر از جماعت دوستوں میں سے ایک دوست جو پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے لیکن دینی معلومات پر انہیں بڑا عبور تھا۔ تفسیر اور حدیث کے عالم تھے۔ انہیں ہمارے بزرگ کا یہ طریق تبلیغ بہت ناگوار گزرا اور انتقام کے طور پر انہوں نے بھی ہمارے بزرگ دوست کی دعوت کی۔ اور دعوت کے بعد بجائے دلائل سے کام لینے کے احمدیت کے خلاف بڑا گند اچھالا جس سے ہمارے بزرگ دوست کو بہت تکلیف ہوئی۔ دوسرے ہی روز وہ بزرگ دوست آزردہ خاطر میرے پاس آئے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے طریقِ انتقام کی ساری تفصیل بیان فرمائی اور ساتھ ہی مجھ سے خواہش فرمائی کہ میں خود ڈاکٹر صاحب موصوف کے ہاں جاؤں اور ان پر اتمام حجت کر کے آؤں۔ ہر چند کہ

میں اپنی بے علمی اور کمزوریوں سے واقف تھا لیکن اس بزرگ دوست نے جس درد اور تڑپ کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار فرمایا انہیں مایوس کرنے کی مجھے جرأت نہ ہوئی۔ طبیعت یکدم دعا کی طرف مائل ہوئی اور میں نے انہیں کہا کہ گو میں اس مناظرہ کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں آپ کی دعا یقیناً اللہ تعالیٰ سُنے گا۔ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس جاتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ جب تک میں وہاں سے واپس نہ آجاؤں آپ اس وقت تک مسجد میں بیٹھے میری کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرماتے رہیں۔ کیونکہ اس میں میری کامیابی اور ناکامی کا سوال نہیں مامورِ زمانہ کی جماعت کی عزت اور وقار کا سوال ہے چنانچہ انہوں نے یہ بات مان لی اور میں اسی شام ڈاکٹر صاحب کے دولت خانہ پر جا پہنچا۔

اتفاق سے ڈاکٹر صاحب موصوف کے ایک دوست مجھ سے پہلے ہی موجود تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ایک گواہ بھی مہیا کر دیا۔ میرے اور ڈاکٹر صاحب کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس میں ڈاکٹر صاحب کی ذلت کا سامان بھی مضمر تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے اعترافِ شکست کا شاہد ان کا اپنا ہی ایک دوست بن گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے یوں اچانک اپنے گھر پر وارد ہوتے ہوئے دیکھ کر آمد کا سبب پوچھا۔ میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا "میں آپ کو حق کی تبلیغ کرنے کے لئے آیا ہوں"۔ وہی ڈاکٹر صاحب جو لفظ "تبلیغ" کو اپنے لئے موجب ہتک عزت سمجھتے تھے مسکراتے ہوئے بولے "آیئے تشریف رکھئے"۔ بجلی کی روشنی میں جس حد تک ڈاکٹر صاحب کے چہرہ سے ان کی اندرونی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا تھا میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب پر اندرونی طور پر ایک گھبراہٹ غالب آرہی ہے۔ انہوں نے پہلے رسمی طور پر اپنے دوست سے میرا تعارف کروایا پھر میرے "تبلیغ" کے لفظ کا حوالہ دیتے ہوئے پوچھا "آپ مجھے کیا تبلیغ کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے اپنی متانت اور سنجیدگی قائم رکھتے ہوئے کہا کہ گزشتہ شب آپ نے ہمارے ایک بزرگ کو اپنے گھر پر بُلایا اور دینی مسائل پر عقلی اور نقلی دلائل سے بات کرنے کی بجائے احمدیت اور بانیٔ احمدیت پر گند اُچھالا۔ چونکہ گالیوں کے جواب میں گالیاں دینا احمدیوں کا شیوہ نہیں اسلئے اس کے جواب میں نہ میرے بزرگ نے گالیاں دیں اور نہ ہی میں گالیاں دینے آیا ہوں۔ ہاں میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ شرافت اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے آپ جو چاہیں احمدیت پر اعتراض کریں اور پھر اس کا مجھ سے اسی وقت جواب لیں۔

میری اس جرأت آمیز تمہید پر چند لمحات کیلئے ڈاکٹر صاحب پر ایک سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔ ان کے دوست بھی حیران نظر آرہے تھے کہ قرآن اور حدیث کے علوم کا دعویٰ کرنے والا ایک طفلِ مکتب کے سامنے

متذبذب کیوں ہے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا:۔

"ویسے تو مرزا صاحب بڑے بزرگ
اور عالم تھے لیکن انہوں نے جہاد
کو منسوخ کر کے اسلام پر بڑا ظلم
کیا ہے"

اس پر مَیں نے فوراً پوچھا کہ آپ مرزا صاحب کی کسی تحریر سے ثابت کر سکتے ہیں کہ حضورؑ نے جہاد کو منسوخ کر دیا؟ ڈاکٹر صاحب نے فوراً درثمین کے یہ شعر پڑھ دیئے ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

مَیں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب آپ ماشاءاللہ عالم آدمی ہیں امید ہے آپ اشاروں ہی میں اصل نکتہ سمجھ جائیں گے۔ اب ان چاروں مصرعوں کو پھر غور سے پڑھیں آپ کو ہر مصرعہ میں "اب" کا تکرار نظر آئے گا جو صریحاً اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جہاد بالسیف کو فی زمانہ بند کیا گیا ہے نہ کہ قیامت تک کے لئے۔ چنانچہ اسی نظم میں ذرا آگے چل کر حضورؑ فرماتے ہیں ؎

فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

اس شعر میں حضورؑ نے اپنا مطلب بالکل واضح فرما دیا ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد بالسیف کا التوا ضروری تھا۔

اس کے بعد مَیں لفظ جہاد کی تشریح کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی نظر لفظ "اب" پر ایسی گڑ گئی کہ گویا وہ ایک مراقبہ میں چلے گئے ہیں۔ یہ محض تصرفِ الٰہی تھا کہ ایک کج بحث انسان پر سادہ سی دلیل اثر کر گئی۔ ڈاکٹر صاحب کا دوست بھی ہمہ تن گوش بنا بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر صاحب زیرِ لب "اب، اب" کا لفظ دہراتے رہے اور معذرت خواہی کے انداز میں بولے "ہمیں تو آج تک یہی غلط فہمی رہی ہے کہ آپ لوگ جہاد کے منکر ہیں"۔ مَیں نے کہا "اللہ کا شکر ہے آج یہ غلط فہمی رفع ہو گئی"۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اس سے اتفاق کرتے ہوئے بڑے خوشی کے لہجہ میں سر ہلایا۔ مَیں نے پوچھا "ڈاکٹر صاحب کوئی اور اعتراض؟" کہنے لگے "نہیں اب کوئی اعتراض نہیں رہا"۔

ڈاکٹر صاحب سے فارغ ہو کر مَیں سیدھا ہی مسجد موسومہ دارالسلام پہنچا۔ ہمارے صحابی بزرگ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف تھے۔ میرے السلام علیکم کہنے پر میری طرف توجہ فرمائی۔ بڑے اشتیاق سے پوچھا "ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کیسی رہی؟" مَیں نے ساری روئیداد سنائی۔ وہ بزرگ بہت خوش ہوئے کہ اتمام حجت کر دی گئی۔

دراصل یہ سب تاثیر دعا کی تھی ✢

مَیں جب کبھی اس واقعہ پر غور کرتا ہوں کہ

مجھ جیسے کمزور، کم عمر اور کم علم کو رات کے وقت تن تنہا ایک مخالف اور متعصب شخص کے گھر جانے کی کیونکر جرأت ہوئی جو کج بحثی میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔

پھر وہ کج بحث انسان کس طرح میرے سادہ سے طریقِ گفتگو سے متاثر ہو گیا، اور کیوں اس نے جلد ہی اعترافِ شکست کر لیا تو مجھے یہی جواب ملتا ہے ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن سے بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دُعا دیکھو تو

نئی دُنیا

(بقیہ صفحہ ۲۴)

سکتے ہیں، اور تیری خالص توحید کا اقرار کرتے ہوئے تجھ سے التجا کرتے ہیں، کہ تو ہم پر اپنا فضل اور رحم فرما، اور اس دنیا کو ہمارے لئے آرام اور سکون کی جگہ بنا دے۔ اور وہ نیا نظام قائم کر دے، جس سے ہمارے یہ دُکھ دور ہو جائیں۔ اور اگر اس نظام کے قیام کے سامان تو نے پیدا کر دیا ہے تو ہماری توجہ اس طرف پھرا دے۔ اور ہمیں اس کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق بخش۔ آمین +

مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ کی تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ نے ۲۱ جولائی سے ۲۷ جولائی تک تربیتی کلاس منعقد کی کلاس کا پروگرام دو حصوں میں تقسیم تھا۔ پہلا حصہ نماز عصر سے مغرب تک جاری رہتا اور دوسرا بعد نماز مغرب سے عشاء تک۔ پروگرام کے پہلے حصہ کے مطابق ہر روز دو علمی و تربیتی تقاریر ہوتی رہیں۔ چنانچہ ان ایام میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، وفاتِ مسیح از روئے قرآن و حدیث۔ ردِّ عیسائیت، ردِّ کفارہ، ردِّ تثلیث و ابطال الوہیت مسیح مسئلہ ختم نبوت۔ احمدیت پر اعتراضات اور ان کے جوابات۔ قرآن کریم، حدیث اور سنت کا مقام۔ خلافت کی اہمیت۔ ترتیب قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام پر تقاریر ہوتی رہیں جن سے خدام نے بہت فائدہ اٹھایا۔

کلاس کا افتتاح مخدومی و محترمی شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ نے فرمایا۔

ان تمام ایام میں خدام اور اطفال دلچسپی اور ذوق و شوق سے تمام پروگرام میں شامل ہو کر مستفید ہوتے رہے۔

قائد
مجلس خدام الاحمدیہ
کوئٹہ

لئیق احمد انصاری
دار الرحمت - ربوہ

مُسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور آج یہی ایک زندہ مذہب ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے جیسا کہ فرمایا إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ۔ یہ دینِ فطرت ہے۔ جو شخص سچے دل سے اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو اس میں ایک نمایاں تغیر محسوس ہوتا ہے جس سے اس کی روحانی پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں میں جو تغیر اور تبدیلی رونما ہوتی ہے اس کی نظیر دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں ملنا ناممکن ہے

آج سے تیرہ سو سال قبل جب اسلام عرب کی سرزمین میں نمودار ہوا تو تمام عرب بُری طرح فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ ظلمت و تاریکی کی گھٹائیں گویا آسمان پر چھائی ہوئی تھیں۔ عرب باشندے درندوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے وہ لوگ مکمل طور پر شرک میں مبتلا تھے۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ شراب کے دَور چلتے تھے۔ جوا ایک قومی کھیل کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ چوری و زناکاری بے عیب چیزیں گردانی جاتی تھیں۔ بات بات پر تلوار نکل آتی اور کشت و خون ہو جاتا۔ الغرض

یہ تمام باتیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا سماں پیش کر رہی تھیں لیکن خدا تعالیٰ کی شان بہت بلند ہے اس نے انہیں میں سے ایسے گوہر پیدا کئے جنہوں نے وہ کارنامے سر انجام دیئے جو زریں ہیں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے اپنے جان سے پیارے آقا و مولیٰ کی بے مثال اطاعت کی اور صحابہ کا مقام پایا۔ وہ جو سارا دن شراب کے نشے میں مست پڑے رہتے تھے خدا کے محبوب بندے بن گئے۔ وہ جو ظلم پر کمر بستہ رہتے تھے اپنے حقوق کو بھی ترک کر دیئے اور اسلام کی وہ خدمت کی کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی بشارت پائی۔ کیا یہ سب کچھ اسلام کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے؟ بے شک یہ اسلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

ان مسلمانوں میں سے نوجوانوں نے اخلاص و قربانی کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے کہ تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ حالانکہ جوانی کی عمر وہ عمر ہوتی ہے جب کہ طبیعت میں لاابالی پائی جاتی ہے۔ قویٰ مضبوط ہوتے ہیں۔ دل میں رنگا رنگ کے ارمان موجود ہوتے ہیں۔ انجام و نتائج سے لاپروائی برتی جاتی ہے۔ مگر مسلم نوجوان نو

کچھ اور ہی تھے۔ اُن کے دل ہر وقت خشیت اللہ
سے معمور رہتے۔ اپنے آقا پر جان چھڑکتے تھے اور
اس کی ایک ایک ادا اور حرکت کو بغور دیکھتے اور
پھر اپنی زندگیوں میں اس کے اسوۂ حسنہ کو مشعلِ
راہ بناتے۔

ویسے تو تاریخ اسلام ان نوجوانوں کے
بے نظیر کارناموں سے بھری پڑی ہے لیکن ذیل میں
چند ایسے کارنامے درج کرتا ہوں جو اپنی مثال
آپ ہیں۔ ایک سچے مسلمان کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا
ہے جب وہ انہیں پڑھتا ہے۔

(۱) ایک نوجوان صحابی حضرت سعد الاسودؓ
کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں رشتہ نہیں ملتا تھا۔ جب
اس مشکل کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپؐ
نے ان کا رشتہ عمرو بن وہب کی لڑکی سے کر دیا۔
لڑکی رضامند ہو گئی۔ چنانچہ حضرت سعد الاسودؓ
بازار سے شادی کے لیئے بیوی کے لیئے تحائف خریدنے
گئے۔ اس وقت آپ کس قدر مسرور ہوں گے اور
آپ کے دل میں کتنی امنگیں اور تمنائیں ہوں گی لیکن
بازار پہنچے اور پسند کی چیزیں خرید رہے تھے کہ
عین اسی وقت ان کے کانوں میں آواز سنائی دی
یا خیل اللہ ارکبی و بالجنۃ البشری
یعنی اے خدا تعالیٰ کے سپاہیو! جہاد کے لئے
سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اپنے پیارے
آقا کا ارشاد سنتے ہی تمام ولولے اور امنگیں سرد
ہو گئیں اور جوشِ جہاد کروٹیں لینے لگا۔ آپ نے انہیں
پیسوں سے بجائے تحائف کے گھوڑا، نیزہ اور دیگر
جنگی سامان خریدا اور فوراً مجاہدوں کی صف میں
جا شامل ہوئے۔ جب لشکر میدانِ جنگ میں پہنچا
تو اس بے جگری سے لڑے کہ دشمن آپ سے خوف
کھانے لگا۔ اسی دوران آپ زخمی ہو کر گرے اور
جامِ شہادت نوش کیا۔ اللہ اللہ! کس عظمت اور
شان کے مالک تھے وہ لوگ اور اسلام سے کیسی
محبت رکھنے والے تھے۔

(۲) غزوۂ بدر کے موقع پر جب عام جنگ
ہونے لگی تو طرفین نے صفیں آراستہ کیں۔ اس
کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں
کہ جب میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو دونوں طرف
نو عمر انصار لڑکے کھڑے دکھائی دیئے۔ یہ دیکھ کر
مجھے بہت مایوسی ہوئی کہ میری پوزیشن بہت کمزور ہے
کیونکہ ایسی لڑائیوں میں دائیں بائیں کھڑے ساتھیوں
پر لڑنے والے کا بڑا انحصار ہوتا ہے۔ ابھی وہ یہ
سوچ ہی رہے تھے کہ ایک لڑکے نے کہنی ماری اور
پوچھا چچا وہ ابوجہل کمبخت کہاں ہے جو رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ ابھی وہ
اس کا جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ دوسرے نے
کہنی ماری اور یہی سوال کیا۔ آپ نے اشارہ
کر کے اس کا پتہ دیدیا مگر دل میں سوچا کہ یہ لڑکے
اس کا کیا مقابلہ کریں گے۔ وہ ایک تجربہ کار جنگ
ہے اور پھر اس کے گرد محافظوں کا دائرہ لگا
ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ جونہی میں نے اشارہ کیا وہ

دونوں صفوں کو چیرتے ہوئے اس کی طرف لپکے
اور ایک نے بھرپور وار کر کے چشم زدن میں اسے
گرا لیا۔ جب وہ جا رہے تھے تو کسی نے اُن پر حملہ
کیا، ایک کا بازو کٹ کر لٹکنے لگا۔ اُس نے بازو کو جھٹکے
سے اُتار کر علیحدہ کیا تا کہ لڑنے میں روک نہ بنے۔
یہ واقعہ ایسا ہے کہ کوئی بھی اس کی نظیر پیش نہیں
کر سکتا۔ اسلاف کے ان واقعات کو پڑھ کر
بلاشبہ ہر غیرت مند مسلمان کے دل میں جوشِ
ایمان موجیں مارنے لگتا ہے اور ان عاشقانِ
رسولؐ کے حق میں بے اختیار دعا نکلتی ہے۔

(۳) حضرت خبابؓ نے جب اسلام قبول
کیا اُس وقت آپ نوجوان تھے۔ دشمن آپ کو
طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے کہ کسی طرح یہ اسلام
سے پھر جائیں مگر ایمان تو ان کی رگ رگ میں سرایت
کر چکا تھا آپ کس طرح خدا اور اس کے رسولؐ
کا انکار کر سکتے تھے۔ اُن کو اکثر مرتبہ دہکتے ہوئے
انگاروں پر لٹایا جاتا۔ پھر اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ
ایک شخص کو ان کے سینے پر کھڑا کر دیا جاتا تا کہ
بالکل جنبش نہ کر پائیں۔ چنانچہ یہ تکلیف اس وقت
تک جاری رکھی جاتی جب تک جسم سے رطوبت
نکل نکل کر انگاروں کو ٹھنڈا نہ کر دیتی۔ اس کے
نتیجہ میں آپ کی پُشت کی کھال جل جل کر سخت ہو گئی
تھی۔ ساری عمر آپ کی پُشت ایسی ہی رہی۔ اسکے
باوجود آپ کا ایمان متزلزل نہیں ہوا اور کفار
کی دردناک اذیتیں آپ کے پائے ثبات میں
لغزش نہ ڈال سکیں۔

(۴) ایک مرتبہ کسی غزوہ میں حضرت
عکرمہؓ، حضرت حارث بن ہشامؓ اور حضرت سہیلؓ
زخمی ہو کر گر پڑے۔ یہ تینوں جان کنی کے عالم میں
تھے اور شدتِ پیاس سے بے قرار تھے اسی اثنا میں
ایک شخص پانی لئے میدانِ جنگ میں آیا تا کہ زخمیوں
کو پانی پلائے۔ اس نے جب حضرت عکرمہؓ کی طرف
پانی کا برتن بڑھایا۔ آپ پانی پینے ہی والے تھے
کہ آپ کی نگاہ حضرت سہیلؓ پر پڑی جو بڑی حسرت
سے پانی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ بڑی آزمائش
کا وقت تھا لیکن عکرمہؓ اس آزمائش میں پورے
اُترے۔ ایک طرف تو انہیں اپنی موت سر پر منڈلاتی
ہوئی دکھائی دے رہی تھی لیکن دوسری طرف ان کا
جذبۂ اخوت و محبت تھا جو اُن کے ریشے میں سرایت
کر چکا تھا۔ آپ نے ساقی سے کہا پہلے میرے بھائی
سہیلؓ کو پانی پلاؤ اُسے زیادہ پیاس لگی ہے۔ وہ
پانی لے کر اُن کے پاس گیا تو حارثؓ نے پانی پینے کی
خواہش کی۔ سہیلؓ پانی پینے ہی والے تھے کہ انہیں اپنے
بھائی حارثؓ کی پیاس کا علم ہوا۔ آپ نے فوراً
کہا کہ پہلے حارثؓ کو پلاؤ اس کی جان مجھ سے زیادہ
قیمتی ہے۔ جب پانی ان کے پاس لیجایا گیا تو وہ جامِ
شہادت نوش کر چکے تھے۔ ساقی لوٹا اور سہیلؓ کی
جانب بڑھا کہ انہیں پانی پلایا جائے لیکن جب انکے
پاس آیا تو وہ بھی اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو چکے
تھے۔ وہ دوڑا اور عکرمہؓ کی طرف بڑھا کہ کہیں وہ بھی

فوت نہ ہو جائیں لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو انہوں نے بھی اِس دنیا سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ایثار اور قربانی کا یہ واقعہ کسی حاشیہ اور تشریح کا طالب نہیں۔ یہ اپنی مثال آپ ہے۔

(۵) جوشِ جہاد کے متعلق ابو محجن ثقفی کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ آپ اگرچہ کافی دیر کے بعد مسلمان ہوئے لیکن پُرانے صحابہؓ سے کسی بہت سے کم نہ تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایران کے ساتھ لڑائی جاری تھی اُس وقت آپ قید میں پڑے تھے لیکن رگوں میں خون جوش مارتا تھا۔ آپ مسلمانوں کی فتح کے واقعات سُنتے تو آزاد ہو کر میدانِ جنگ میں جانے کے لئے بے قرار ہو جاتے۔ ایک مرتبہ اُن سے نہ رہا گیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو سپہ سالار تھے کی بیوی حضرت سلمیٰ رضؓ سے کہا کہ خدا کے لئے میرے بندھن کھول دو اور آزاد کر دو، میں میدانِ جنگ میں جاؤں گا اور لڑوں گا۔ اور اگر بچ گیا تو شام کو آکر خود ہی زنجیریں دوبارہ پہن لوں گا۔ حضرت سلمیٰؓ سے آپ کا جذبۂ جہاد دیکھا نہ گیا چنانچہ انہوں نے آپ کو آزاد کر دیا۔ آپ فوراً میدانِ جنگ پہنچے اور دشمن کی صفوں کی صفوں کا صفایا کر دیا۔ صحابہ کرامؓ آپ کی شجاعت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے آپ کی شجاعت کا بہت چرچا ہوا مگر آپ حسب وعدہ واپس قید خانے میں آئے اور زنجیریں پہن لیں۔ اس کے صلہ میں آپ کو رہا کر دیا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اُن صحابہؓ کے کارناموں سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم انہیں مشعلِ راہ بنا کر زندگیاں گزارنے والے ہوں۔

خدام الاحمدیہ ضلع تھرپارکر کا اجتماع

مجالس خدام الاحمدیہ ضلع تھرپارکر کا اجتماع ۲۹ ستمبر سے یکم اکتوبر ۶۷ء تک جاری رہا۔

اجتماع کا افتتاح سلسلہ کے جید عالم حافظ مبارک احمد صاحب سابق استاد حدیث جامعہ احمدیہ نے فرمایا۔

اجتماع کے آخری روز مرکزی نمائندہ محمد اسلم صاحب صابر کی صدارت میں قائدین ضلع کی میٹنگ ہوئی۔ جس میں جملہ قائدین کو صدر صاحب کی طرف سے ہدایات دی گئیں۔

قائد
مجالس خدام الاحمدیہ
ضلع تھرپارکر

حیدر علی ظفر متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ

علمِ تاریخ

قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات اور بے عیب دستورِ زندگی ہے۔ اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں وہ تمام اصولی اور بنیادی ہدایات پائی جاتی ہیں جو کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ ایمانیات، عبادات، معاملات غرضیکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ نہیں جس کے لئے قرآن حکیم نے ہدایت کا سامان مہیا نہ کیا ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مجید تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنه افهام الرجال

علم الالہیات، علم شریعت اور علم التاریخ، علم العقائد، علم الطبیعات، علم الاخلاق، علم الاقتصاد، علم الفرائض وغیرہا تمام علوم قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں "علم تاریخ" کے متعلق چند معلومات قلمبند کرنا مقصود ہے۔

علمِ تاریخ اور قرآن مجید

قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جابجا گزشتہ انبیاء اور اُن کی مخالف اقوام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے شمائل و اخلاق، عادات و اطوار، صفات و خصائل، رسوم و رواج اور عقائد و اعتقادات پر اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن مجید کے ایسے تمام حصے ایک مستند تاریخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں گزشتہ اقوام کے واقعات بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مسلمان ان واقعات کی روشنی میں اپنے مستقبل کا نقشہ درست کر لیں۔ متقدمین کی اچھائیوں اور خوبیوں کو مشعلِ راہ بنائیں اور ان کی غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ رہیں۔

تاریخ کیا ہے؟

تاریخ علم انسانیت کے تجربات کا عجائب خانہ ہے جس میں زمانہ ماضی کے واقعات اور اُن کے نتائج اس غرض کے لئے فراہم کئے جاتے ہیں، تا آنے والی نسلیں ان سے فائدہ اٹھائیں۔ بظاہر تو تاریخ اسلاف کے گوناگوں حالات اور قرونِ ماضیہ کے واقعات کا مجموعہ ہے جس میں ہر طرح کی باتیں، ہر قسم کی امثال و حکایات بیان ہوتی ہیں۔ مثلاً ان

اقوام پر کیا گزری، گردشِ زمانہ کا ان پر کیا اثر ہوا، ان کو زمین میں کتنی وسعت حاصل ہوئی، کس طرح انہوں نے زمین کو آباد کیا۔ یہاں تک کہ ان کے عروج، اقبال اور عظمت کا وقت ختم ہوا اور زوال و انحطاط اور نکبت و ادبار کے بعد زمانے نے انہیں صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔ لیکن باطنی طور پر یہ تحقیق کا نام ہے اور ایک ایسا علم ہے جو گزشتہ اُمتوں کو پیش آنے والے واقعات کا گہرا مطالعہ کرتا اور ان کے اسباب سے آگاہ کرتا ہے۔ اس طرح یہ علم ہمیں گزشتہ اُمتوں کے فضل و کمال اور ادبار و انحطاط، انبیاء کی عظمت و ابہت، شجاعت و شہامت، مخالفت و مخاصمت، بادشاہوں اور ان کی حکومت، عدالت، سیاست وغیرہ سے کما حقہٗ آگاہ کرتا ہے۔ جناب عبدالقوی ضیاء نے لکھا ہے:۔

"تاریخ تو دوسری سوشل Sciences کی طرح ایک سائنس ہے جو اپنے وسیع معنوں میں قوم و ملک کی تعمیر یا تخریب کے تاثرات پیش کرتی ہے۔ معاشرے کی جیتی جاگتی تصویر کھینچتی ہے عوام الناس کے رجحانات اور میلانات کا پتہ دیتی ہے۔" (تاریخ اندلس)

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:۔

"جاننا چاہیے کہ تاریخ بڑے مرتبہ کا علم ہے۔ اس کے فائدے بہت ہیں اور غرض و غایت بھی اچھی۔ وہ سلف کے حالات، اگلی امتوں کے اخلاق، انبیاء کی سیرتیں، سلاطین کی سیرت، سلطنت کے طریقے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔" (مقدمہ تاریخ ابن خلدون بحوالہ قصص الاولین عبرۃ للآخرین صفحہ ۹)

تاریخ کے فوائد

یہ بات وضاحت طلب نہیں ہے کہ قوموں کی تعمیر و ترقی، تسلط و نفوذ، حکومت و سلطنت، نظام و قوام سیاست اور فتح و عمران ممالک میں تاریخ ایک اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ ہر سوسائٹی کی بنیاد اس کے ماضی کی روایات اور اعلیٰ اقدار پر رکھی جاتی ہے اور ان ہی روایات اور واقعات کے مستند مجموعے کا نام تاریخ ہے۔ تاریخ ہم سب کو اسلاف کے حالات سے واقف کرتی اور دل و دماغ میں ایک بابرکت جوش پیدا کر دیتی ہے جس قوم کے تاریخی حالات اور واقعات پورے طور پر شائع ہوتے ہیں اس قوم میں قومی امتیازات اور خصوصیات بھی محفوظ اور قائم رہتی ہیں اور یہ قومی خصوصیات قوم کے افراد کا کسی میدان اور کسی مقابلہ میں دل نہیں ٹوٹنے دیتیں۔

اس کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ اگر زندگی کو ایک بحر بے کراں فرض کیا جائے جس کے

سینے پر ہر وقت قوموں اور ملکوں کے سفینے دوڑتے رہتے ہیں۔ تو تاریخ اس سمندر میں روشنی کا مینار ہے جس کے ذریعے مسافروں کو خطرات سے بچتے ہوئے ساحل پر پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔

قومی اور اجتماعی زندگی سے قطع نظر اگر انفرادی زندگی پر غور کیا جائے تو پھر بھی اس علم کو کچھ کم اہمیت حاصل نہیں کیونکہ ہر وہ شخص جو ترقی کرنا چاہتا ہے اسے اپنے ماضی کے جھروکوں میں سے ضرور جھانکنا ہوگا۔ تب اسے معلوم ہو جائیگا کہ ماضی میں اس کے بیشتر متقدمین نے کب اور کس مرحلہ پر راہِ ہدایت کو چھوڑا تھا۔

مزید برآں علمِ تاریخ ہی وہ علم ہے جو فطری استعدادوں میں حرکت پیدا کرنے کے بعد عمل پر مستعد کرتا ہے۔ ایک فاضل مصنف نے اس کو یوں واضح کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"انسان اور انسانی قویٰ کا مجموعہ ایک مشین ہے۔ انسانی ترقیات کی استعدادیں اس مشین کے پرزے اور تاریخ اسٹیم ہے۔ تاریخ کی اسٹیم سے تمام پرزوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔" (مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین صـ۹)

علمِ تاریخ کے ان فوائد کے پیشِ نظر یہ علم تمام قوموں میں رائج و متداول رہا ہے۔ اور اس کی تحصیل کے لئے لوگ شوق اور رغبت سے سفر کرتے رہے ہیں۔ کیا امیر اور کیا غریب ہوں یا جاہل، ادنیٰ طبقہ کے ہوں یا اعلیٰ طبقہ تمام لوگوں نے اس علم کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اس علم کی ضرورت و اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ جب تک کسی قوم کی تاریخ موجود نہ ہو اس وقت تک اس کی گزشتہ تہذیب و شائستگی، جاہ و جلال، شوکت و صولت، علم و عمل، تحمل و وقار، ترقی اور اولوالعزمی، رعب و داب، صنعت و حرفت، نظم و نسق اور عظیم الشان واقعات سے پوری طرح آگاہی نہیں ہو سکتی اور اس کے بغیر اس قوم کی نسبت کوئی خاص رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی سالانہ تربیتی کلاس ۹ سے ۱۱ ستمبر تک مسجد احمدیہ دار الذکر میں جاری رہی کلاس کا افتتاح مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے فرمایا۔

کلاس سے محترم امیر صاحب کے علاوہ مولانا غلام باری صاحب سیف، قاری محمد عاشق صاحب، مولانا دین محمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ، محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب کے علاوہ صدرِ مجلس خدام الاحمدیہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔

قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور